۱۴فروری ۱۹۴۱ء کو مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کے افتتاح کے موقع پر حاضر ہوا۔ اللہ ربُّ العزت نے حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ اور ان کی اولاد کی کوشش میں خاص برکت عطا فرمائی ہے۔ بالفعل میں اس مدرسہ کو دارالعلوم دیوبند کے زنانہ سیکشن کیلئے اساس مان لیتا ہوں۔ (مفکر اسلام مولانا عبید اللہ سندھیؒ)

پاکستان اور ہندوستان میں بچیوں اور خواتین کے اولین اسلامی تعلیمی ادارے

مدرسہ بنات الاسلام کی روئیداد و تفصیلات

آغاز: فروری ۱۹۴۱ء

تحریر: مشہود مفتی

میں نے مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کے تعلیمی کوائف اور حالات سنے تھے۔ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ کر انتہائی مسرور ہوں کہ منتظمین نے بے سروسامانی کی حالت میں پاکستان میں بچیوں کی تعلیم و تربیت کیلئے اس قسم کی معیاری درس گاہ قائم کر دی ہے جس کی اشد ضرورت ہے۔ میں اس کی کامیابی کیلئے دعا کرتا ہوں۔ (مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بانی جمعیت علماء اسلام مؤرخہ ۲۵ جنوری ۴۸ء)

14 فروری 1941ء کو مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کے افتتاح کے موقع پر حاضر ہوا۔ اللہ ربُّ العزت نے حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ اور ان کی اولاد کی کوشش میں خاص برکت عطا فرمائی ہے۔ بالفعل میں اس مدرسہ کو دارالعلوم دیوبند کے زنانہ سیکشن کیلئے اساس مان لیتا ہوں۔ (مفکر اسلام مولانا عبیداللہ سندھیؒ)

پاکستان اور ہندوستان میں بچیوں اور خواتین کے اولین اسلامی تعلیمی ادارے

مدرسہ بنات الاسلام

کی روئیداد و تفصیلات

آغاز: فروری 1941ء

تحریر: مشہود مفتی

”میں نے مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کے تعلیمی کوائف اور حالات سنے تھے۔ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ کر انتہائی مسرور ہوں کہ منتظمین نے بے سروسامانی کی حالت میں پاکستان میں بچیوں کی تعلیم و تربیت کیلئے اس قسم کی معیاری درس گاہ قائم کردی ہے جس کی اشد ضرورت ہے۔ میں اس کی کامیابی کیلئے دعا کرتا ہوں۔ (مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بانی جمعیت علماء اسلام مؤرخہ 25 جنوری 48ء)

نام کتاب	مدرسہ بنات الاسلام کی روئیداد و تفصیلات	
مرتب	مشہود مفتی بن نعیم ابن مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نقشبندی مجددی	
کمپوزنگ	مفتی عبید الرحمٰن	uans.0786@gmail.com
ناشر	دائرۃ العلماء لدھیانہ	
طبعِ اول	جنوری 2021ء	
کتاب ملنے کا پتہ	دار السلام ساہیوال	

ای میل ایڈریس

Email: ulemaeludhiana@gmail.com

نوٹ

جن حضرات کے پاس مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ اور علماء لدھیانہ کے مضامین، فتاویٰ، خطبات، خطوط، پمفلٹ، تحریریں اور تصاویر ہوں ان سے گزارش ہے کہ ان کو مندرجہ بالا ای میل ایڈریس پر بھیج دیں۔ شکریہ

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست عنوانات

تعارف

برصغیر پاک و ہند میں اپنے علمی، اخلاقی اور سیاسی دائروں میں علمائے لدھیانہ بایں معنی مرکزی خصوصیات و امتیازات کے حامل رہے ہیں کہ تحریک آزادئ ہند ۱۸۵۷ء اور ہندوستان کی آزادی کی تمام تحریکوں میں علماء لدھیانہ کی دینی، علمی و ملی خدمات اور ان کی ہمت وعزیمت ایمانی میں کبھی ذرہ برابر کمی نہیں آئی۔

مشرقی پنجاب میں ضلع لدھیانہ دینی و علمی طور پر انتہائی سربلند تھا۔ ضلع لدھیانہ میں قدیم ترین درس گاہ "مدرسہ عربیہ اللہ والا" تھی جو کہ تحریک آزادئ ہند ۱۸۵۷ء میں شکست کے بعد دینی تعلیمات کے لئے ۱۸۶۱ء میں علماء لدھیانہ (مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ، مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ اور مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ) نے قائم کی تھی۔ جن کے انتقال کے بعد یہ امانت خاندانی سلسلہ کے لحاظ سے مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے سپرد ہوئی۔

مفتی محمد نعیم صاحبؒ نے فروری ۱۹۴۱ء میں خواتین کی درس گاہ مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ [1] کا اجراء بھی کیا۔ جس کا افتتاح مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی سرپرستی میں ہوا۔ پاکستان

(۱) ڈاکٹر اسرار احمدؒ بانی تنظیم اسلامی و انجمن خدام القرآن کی اہلیہ محترمہ مفتی ضیاء الحسنؒ کے قائم کردہ بنات الاسلام ہائی سکول ساہیوال میں پڑھاتی رہی ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس وقت ساہیوال کربلا روڈ کے نزدیک مقیم تھے۔

قائم ہونے کے بعد مفتی محمد نعیم صاحبؒ اور آپ کے بڑے صاحبزادے مفتی ضیاء الحسن صاحبؒ نے متعدّد دینی درس گاہیں اور سکولز قائم کیے جن میں مدرسہ بنات الاسلام ساہیوال، بنات الاسلام ہائی سکول ساہیوال، محمودیہ ہائی سکول ساہیوال، ننگل انبیاء ہائی سکول ساہیوال، اسلامی تعلیمی ادارہ فیصل آباد اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال ہیں۔

مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ پاکستان بننے کے بعد جامع مسجد منڈی بہاؤ الدین پنجاب اور جامع مسجد فیصل آباد کے خطیب رہے۔ ہندوستان میں آپ مشہور دو منزلی مسجد لدھیانہ کے خطیب تھے جو کہ آپ کے دادا مولانا عبد القادر لدھیانویؒ نے قائم کی تھی۔ دو منزلی مسجد لدھیانہ ہندوستان کی آزادی کی تحریکوں کا مرکزی محور تھی۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ لدھیانہ پنجاب کے مشہور قدیم علمی خاندان علماء لدھیانہ کے ممتاز فرد تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کے آخری دور کے تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے ہندوستان کی تحریک آزادی میں جمعیت علماء ہند کی طرف سے حصہ لیا۔ اور جمعیت علماء ہند کے نائب صدر بھی رہے۔ آزادی کی تحریکوں میں متعدّد بار جیل بھی گئے۔ آپ کی وفات کے موقع پر دارالعلوم دیوبند کی روئیداد میں حسب ذیل کلمات درج ہیں:

> ”مفتی محمد نعیم صاحبؒ دارالعلوم کے فاضل قدیم متحدہ ہندوستان و پاکستان میں علمی و دینی خدمات کی وجہ سے ممتاز و مشہور اور ہندوستان کی سیاسی تحریکات کے نامور رہنما تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ خدمت خلق میں گزرا اور ہمیشہ دینی و قومی جدوجہد میں مصروف رہے۔“
>
> (روئیداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۰ھ)

آپ کی وفات پر انجمن خدام الدین لاہور کے ہفت روزہ خدام الدین کے شمارہ نمبر

۲۲،۲۴ جنوری ۱۹۷۱ء میں درج ذیل کلمات لکھے گئے ہیں:

"مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کا گزشتہ دنوں میں ساہیوال میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مفتی صاحب مرحوم جامع مسجد جناح کالونی لائل پور کے خطیب اور پاکستان کے ممتاز عالم دین تھے۔ آپ نے تحریک آزادی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور پس ماندگان کو صبر و استقامت کی توفیق بخشے۔"

مشہور مؤرخ ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری صاحب نے اپنی کتاب "علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے" میں حسب ذیل تحریر لکھی ہے:

"اس خاندان رفیع الارکان (علماء لدھیانہ) کی دینی، سیاسی، اور قومی و ملی خدمات صدیوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔"

پاکستان و ہندوستان کے مشہور علماء کرام مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، قاری محمد طیب قاسمیؒ، (مہتمم دارالعلوم دیوبند) مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ، مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا گل بادشاہؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا محمد صادقؒ کراچوی آپ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔

مشہور مؤرخ مولانا سید محمد میاں اپنی کتاب "جمعیت علماء کیا ہے" میں لکھتے ہیں:

"شہداء پشاور اور جمعیت علماء ہند: ۱۹۳۰ء کی تحریک آزادی میں پشاور میں قصہ خوانی بازار کا جب سنگین واقعہ پیش آیا، اور سینکڑوں مسلمان بہادری کے ساتھ شہید ہوئے اور بہت سے لوگوں پر بے پناہ مظالم ہوئے تو آزاد تحقیقاتی کمیٹی میں حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور جناب مفتی محمد نعیم صاحب

لدھیانویؒ رکن جمعیت علماء ہند بھی برابر شریک ہوئے رہے۔ یہ خدمت جمعیت علماء ہند کے صدر اور رکن نے اسلام اور اہل اسلام کے مفاد ہی کے لئے انجام دی۔ اور اس سے مسلمانوں کی ایک عظیم الشان تاریخ مرتب ہوگئی۔ اس کمیٹی کی رپورٹ جب طبع ہو کر شائع ہوئی تو حکومت نے اس کو ضبط کرلیا۔ الغرض جمعیت علماء ہند نے مسلمانانِ پشاور کی اس وقت جو کچھ شاندار خدمات انجام دیں وہ مسلمانانِ ہند کی جماعتوں میں اسی کے لئے مخصوص ہیں۔"

تحریک حریت ہند ۱۸۵۷ء میں شکست کے بعد ملی استحکام کے لیے دار العلوم دیوبند اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے قیام سے پہلے ۱۸۶۱ء میں مدرسہ عربیہ اللہ لدھیانہ قائم ہوا تھا۔ جس کے بانیان مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، (اولین مکفر قادیانیت) اور مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ تھے۔ مولانا محمد لدھیانویؒ مفتی نعیم صاحبؒ کے تایا اور مولانا عبداللہ لدھیانویؒ مولانا مفتی نعیم صاحبؒ کے والد گرامی، جب کہ مولانا عبدالعزیز صاحبؒ مفتی نعیم صاحبؒ کے چچا تھے۔ ان اکابرین علماء لدھیانہ کی وفات کے بعد یہ امانت خاندانی سلسلہ کے لحاظ سے مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ کے سپرد ہوئی۔

آپ پاکستان میں مختلف دینی تعلیمی اداروں کے سرپرست تھے۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں مولانا منظور نعمانیؒ (مدیر وبانی الفرقان میگزین) اور مولانا یوسف لدھیانویؒ (مصنف آپ کے مسائل اور ان کا حل) شامل ہیں۔

آپ متبحر عالم دین تھے۔ فتویٰ کا کام بھی بغیر کسی معاوضہ تاحیات ادا کرتے رہے۔ ۱۹۵۵ء میں جب مولانا احمد لاہوریؒ نے جمعیت علماء اسلام پاکستان کی دوبارہ تنظیم نَو کی تو آپ ان کے رفقاء میں سے تھے۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ جمعیت علماء ہند میں بھی اکٹھے تحریک آزادی میں شامل رہے تھے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ جمعیت علماء ہند پنجاب کے صدر بھی رہے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی وفات ۱۹۶۲ء کے بعد آپ سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔

آپ ۱۹۱۲ء تا ۱۹۷۰ء تک مسلسل فتاویٰ لکھتے رہے لیکن آپ کے فتاوی محفوظ نہ کیے جاسکے۔ آپ وقتاً فوقتاً تبلیغی، سیاسی واصلاحی پمفلٹ وغیرہ بھی شائع فرماتے رہتے تھے۔ دینی مدارس کے سالانہ جلسوں میں شرکت فرما کر اپنے فصیح و بلیغ مواعظ حسنہ سے مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور مذاہب باطلہ کی سخت مذمت کیا کرتے تھے۔ آپ کی تقاریر میں وہ اثر ہوتا تھا کہ ہزاروں قلوب پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔

مولانا سمیع الحق صاحبؒ اپنی کتاب ”مکتوباتِ مشاہیر اسلام“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مشاہیر علماء اور جنگِ آزادی میں نمایاں حصہ لینے والے علماء میں سے تھے۔ اکابر علماء کے ساتھ ہمیشہ تعلق رہا۔ رد قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کے ساتھ بھی کام کیا۔ لدھیانہ کے معروف خاندان کے رکن رکین تھے۔ پر جوش خطابت کا ملکہ خدا نے دیا تھا۔ غالباً دیوبند کے زمانہ سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک سے دلی روابط پیدا ہوئے تھے۔“

قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

”علماء لدھیانہ کے موجودہ اَخلافِ کرام سے تو میرے مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات عرصہ دراز سے قائم ہیں۔ جیسا کہ میرے اکابر خاندان کے اس خاندان کے اکابر سے گہرے مراسم رہے ہیں۔ اور آج اس تصور سے لدھیانہ

کی آمدورفت، علمی اجتماعات اور مخلصانہ علمی مجلسیں آنکھوں میں پھر گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ولی اللّٰہی خاندان کی شاخ جہاں بھی چلی گئی، شاخِ طوبیٰ ہی ثابت ہوئی۔

اسی طوبائی خاندان جنت نشان کی ایک علمی شاخ لدھیانہ کا علمی خاندان بھی ہے جو ولی اللّٰہی علوم اور ولی اللّٰہی جذبات کی امانت سینوں میں لیے ہوئے ہے۔ ان ساری ولی اللّٰہی شاخوں میں علم اور اخلاق کے ساتھ جو چیز سب سے زیادہ ابھری ہوئی نظر آتی ہے وہ مجاہدانہ اسپرٹ، راہِ حق میں ایثار وفنائیت، بے باکانہ حق گوئی، ہر رسمی اقتدار سے نڈر ہو کر اعلانِ حق اور ساتھ ہی اس راہ میں کسی بھی قربانی سے نہ گھبرانا ہے۔ یہ اوصاف لدھیانوی خاندان میں بہت ہی نمایاں اور خصوصی طور پر نظر آتے ہیں اور نہ صرف اسلاف خاندان ہی تک محدود ہے بلکہ آج کے اخلاف میں بھی اس کی وہی جھلک قائم ہے۔ اور بلاشبہ یہ ایک فضل خداوندی ہے کہ کسی خاندان کی اعلیٰ روایات اور مستحسن خصوصیات پشتوں تک خاندان کا ساتھ نہ چھوڑیں اور اپنے اسلاف کے سانچوں میں ڈھلتے رہیں۔

یہ خاندان باطل کے مقابلہ میں ہمیشہ سینہ سپر رہا۔ باطل اور طاغوت کے سامنے کہیں سر نہ جھکایا۔ اور اس پُرخار راہ کی ہر مشکل کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا۔ اور برضاو تسلیم مصائب کا سامنا کیا۔ فتنہ خواہ حکومت و سیاست کی لائن سے آیا یا مذہب و دیانت کے حلقوں سے، مادیت کے راستوں سے نمودار ہوا یا روحانیت کے ناموں سے، انھوں نے ہر دور میں اسے پہچانا اور جلد پہچانا، اس کی سرکوبی کی اور مسلمانوں کو اس سے آگاہ کر کے اس سے محفوظ

رکھا۔ برطانوی حکومت کی لائن سے جس قدر فتنے اٹھے اور جس رنگ میں بھی اٹھے ان کے خلاف اس خاندان کے اسلاف بھی اٹھے۔ اور پھر اَخلاف نے بھی وہی کچھ کیا جو اسلاف نے کر دکھایا تھا۔ اور ساتھ ہی غربت و تشدد کے تمام مصائب بھی جھیلے جو اس راہ کے خواص آثار میں سے ہیں۔ مگر کلمۂ حق کی تبلیغ و ترویج نہ چھوڑی اور نہ ہی اس میں کسی اپنے اور بیگانے کی ذرہ برابر رعایت کی، بلکہ بلا خوف لومۃ لائم اعلان حق کیا خواہ اس کی پاداش میں اپنا کچھ بھی کھو دینا پڑا۔

"اول بآخر نسبتے دارد" کے اصول پر جس طرح اس خاندان کے اسلاف پر اعلانِ حق کی بدولت وہ وقت بھی آیا کہ انہیں وطنِ مالوف اور گھربار چھوڑ کر غربت کی زندگی اختیار کرنی پڑی اور ان کی غیبت میں دشمنانِ حق نے ان کے گھروں ہی کو نہیں، ان کی عبادت گاہوں تک کو جلا ڈالا۔ اسی نہج سے اخلافِ خاندان کو بھی آج راہِ محبت کی یہ تمام تلخیاں سہنی پڑ رہی ہیں۔ وطن مالوف چُھوٹا، گھربار ہاتھ سے نکلا، خاندان کے کتنے ہی مردوں، عورتوں نے حیاتِ غربت کے ساتھ موتِ غربت اختیار کی۔ مدارس ہاتھ سے گئے، معابد اور مساجد قبضہ سے نکل گئیں جن میں برسوں سے قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں اٹھتی رہیں۔ اور نہ معلوم کہ وہ باقی ہیں یا یکسر دوسرے نقشوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ مگر ان سارے فتنوں کی گرم بازاری میں یہ امانت داری کس درجہ پُرعظمت ہے کہ جس طرح ان انتہائی مصائب میں اسلاف کے پیروں کو ذرہ برابر جنبش نہیں ہوئی تھی اور انہوں نے نہ صرف صبر و خیر بلکہ رضا و تسلیم کے جذبات دکھلائے تھے، اسی طرح آج کل دردناک

مصیبتوں اور ہولناک پریشانیوں میں اخلاف کے پائے استقلال کو بھی ادنیٰ جنبش نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے چہروں پر کسی ادنیٰ سی بدحواسی یا اداسی کی کوئی لکیر دکھائی دیتی ہے۔

بہرحال نوعی حیثیت سے اس علمی خاندان میں جو چیز قدر مشترک کے طور پر اسلاف و اخلاف میں نمایاں نظر آتی ہے اور ساتھ ہی اس کے آثار بھی مشترک ہیں، وہ راہِ حق میں بے خوفی و بے باکی، اعلاءِ کلمۃ اللہ، اطفاءِ فتن اور دنیوی زندگی میں تحمل شدائد و مصائب، مگر بصد تسلیم و رضا ہے۔ حکومتی فتنہ ہی نہیں بلکہ ہر وہ فتنہ جو مذہب، قوم، فرقہ، تمدّن اور معاشرہ و سیاست کی راہ سے نمودار ہوا، ان حضرات کی نگاہ دوربیں نے ہر رنگ میں اس کے انداز قد و قامت کو پہچانا اور مخلوق کو اس سے خبردار کیا۔ فتنۂ مرزائیت کو اولاً اسی خاندان نے بھانپا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل و فساد سے علمی طور پر ملک کو آگاہ کیا جس سے لاکھوں انسان گمراہی کے اس جال سے بچ گئے حتیٰ کہ اس سلسلہ کی عملی تکمیل بھی بالآخر اسی خاندان کے ہاتھوں ہوئی۔

فتنہ نیچریت وآزادی، فتنہ بدعات و محدثات، فتنہ بے قیدی و اطلاق اور تمدّن و تعیّش نے ان بزرگوں کے دور میں مختلف رُوپوں سے ابھرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے اعلیٰ ترین استقامت سے اس زیغِ باطل پرور کا مقابلہ کیا اور اسے شکستوں پر شکستیں دیں۔ اس لیے اس خاندان کا اثر و رسوخ ہمہ گیر رہا۔ پنجاب میں خصوصًا اور بیرون پنجاب میں عمومًا اس علمی گھرانے کو عزت و وقعت اور مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور ان کے کلماتِ موعظت وہدایت کو دل کے کانوں سے سنا گیا۔ یہ اثرات پبلک سے گزر کر درباروں تک

بھی پہنچے اور سلاطینِ وقت نے بھی ان بزرگوں کے سامنے سرِ عقیدت خم کیا۔

بہر حال مجموعی حیثیت سے یہ خاندان پنجاب کا ایک ممتاز علمی خاندان اور علم وفضل نیز جوہرِ عمل کے لحاظ سے ایک مانا ہوا قبیلہ رہا ہے جس نے ہمیشہ مسلمانوں کی علمی اور دینی خدمات انجام دی ہے۔ آج کا دور دین وتقویٰ کا دور نہیں اور نہ ہی دین کے لئے آج کے ناساز گار احوال مساعدت کر رہے ہیں۔ دین پر قائم رہنے والا غریب، اوپرا اور "کالقابض علی الجمر" (ہاتھ میں چنگاری پکڑنے والے) کا مصداق ہے جس کا مادی ماحول میں کوئی وقار نہیں۔ غیرتِ خداوندی نے نہ چاہا کہ دین ودیانت کے ایسے پاک نمونے ایسے ناپاک ماحول میں رکھے جائیں۔ اس لیے انہیں اٹھا لیا گیا اور عالم بالا کو ان سے زینت دی گئی۔ اس لیے جہاں اس دور کی بدبختی ہے کہ یہ نمونے اس میں نہ رہے وہیں ان حضرات کی ارجمندی اور سربلندی کی نشانی تھی کہ دنیا کی اس عام زبوں حالی سے پہلے ہی انہیں اٹھا لیا گیا۔ رحمهم الله رحمة واسعة

انقلاباتِ زمانہ سے یہ خاندان بھی ملک کی طرح دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ مولانا حبیب الرحمان صاحبؒ کا گھرانا ہندوستان میں آباد رہا اور ان کے دوسرے بھائی اور مولانا مفتی نعیم صاحبؒ کا خاندان پاکستان میں بس گیا۔ بزرگوں کا نقش قدم ہی در حقیقت بزرگوں کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور وہ انہی کی طرح اگلوں کے لئے لیے مربی اور فانوس ورہنما ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے بزرگوں کی تاریخیں مدوّن کی جاتی ہیں اور اسی درسِ عبرت کے لیے قرآن حکیم نے تاریخ اور قصصِ اسلاف کا باب قائم کیا ہے۔ لقد كان في

قصصهم عبرة لأولي الألباب

مولانا محمد سالم قاسمیؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے راقم کے نام اپنے خط میں درج ذیل کلمات تحریر فرمائے ہیں:

”دارالعلوم دیوبند اور خاندانِ قاسمی سے لدھیانہ کے معزز خاندان علماء کا تاریخی مخلصانہ تعلق رہا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ کی بزرگانِ دیوبند کے ساتھ تعلق میں غیر معمولی پختگی تھی۔ سیاسی خدمات کے دوران بھی اس کی برقراری کبھی متأثر نہیں ہوئی۔ ان کے شریکِ عمل حضرات علماء کی جانب سے کسی پیش آمدہ سیاسی مسئلے میں حضرت مفتی نعیم صاحب علیہ الرحمۃ کو اگر کوئی کمی محسوس ہوتی تو وہ اس کی مصلحت کو اور اس سے حاصل ہونے والے وقتی مفاد کو کسی قیمت پر انگیز کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے۔ اور دوسری جانب اسی اختلاف کے باوجود ان کا رابطۂ اخلاص حسب سابق مکمل طور پر برقرار رہتا تھا۔

آپ کے فرمانے پر یہ بھولی بسری یادیں زیرِ قلم آگئیں۔ اللہ طرفین کے ان آسودۂ رحمت اکابر رحمہم اللہ کی مبنی بر اخلاص یادوں کو ہمارے قلب و دماغ کے نہاں خانوں میں محفوظ رکھے۔ اس مرحلے پر اس پر خلوص دعا نے شعری صورت اختیار کرلی ہے کہ:

یہ یادیں کچھ مجھے مانوس سی محسوس ہوتی ہیں
خلوصِ دل کی ان میں کچھ نمی محسوس ہوتی ہے

مولانا منظور نعمانیؒ نے اپنے استاد مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کی وفات پر فرمایا:

”مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ متحدہ ہندوستان کے اکابر و مشاہیر

علماء میں سے ہیں۔ راقم سطور پر مفتی نعیم صاحبؒ کا خاص الخاص احسان ہے۔ ابتدائی عربی تعلیم میں میرے کئی سال ضائع ہوئے۔ جس کے متعدّد اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ مجھے بہت کم عمری میں عربی یعنی اس کی صرف نحو شروع کروادی گئی تھی۔ اس کی مروجہ درسی کتابیں میزان، پنج گنج، نحومیر وغیرہ مجھے پڑھائی جاتی تھیں۔ اور اس طرح پڑھائی جاتی تھی کہ میں اس عمر میں بالکل نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس لئے وہ پڑھنا میرے لئے سراسر بوجھ تھا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ میرے اندر اس لاحاصل اور غیر مفہوم پڑھائی سے ایک طرح کی بیزاری تھی۔

میرے وطن سنبھل میں کئی عربی مدرسے تھے اور ہر سال میرا ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ جب ایک مدرسہ میں پڑھتے پڑھتے سال پورا ہو جاتا اور گھر والے محسوس کرتے کہ مجھے کچھ نہیں آیا تو اگلے سال دوسرے مدرسہ میں بھیج دیا جاتا۔ اس دوسرے مدرسہ میں سال پورا کرنے کے بعد بھی میں وہیں رہتا جہاں پہلے تھا۔ کئی سال میرے اسی طرح گزر چکے تھے کہ ۱۳۳۷ھ (۱۹۱۸ء) میں مولانا مفتی محمد نعیم صاحب سنبھلؒ کے "مدرسۃ الشرع" میں صدر مدرس ہوکر آگئے۔ ہمارے ہی محلہ کے ایک عالم صاحب نے جو اچھے طبیب بھی تھے میرے والد صاحب سے مفتی صاحب کا ذکر کیا اور مشورہ دیا کہ مجھے پڑھنے کے لیے ان کے پاس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اگلے ہی دن میں ان کی خدمت میں "مدرسۃ الشرع" بھیج دیا گیا۔ انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھ گچھ کی۔ اس میں میرے ذاتی اور گھریلو حالات بھی پوچھے اور اندازہ لگایا کہ مجھے اس تعلیم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور بس مارے

باندھے گھر والوں کے جبر سے اب تک مدرسوں میں جاتا رہا ہوں۔

انہوں نے اپنی باتوں سے مجھے مانوس کر کے بڑی شفقت سے فرمایا کہ تم سوچ سمجھ کر اپنے بارے میں خود فیصلہ کرو۔ اگر تمھارا ارادہ عربی پڑھنے کا نہیں ہے، کچھ اور پڑھنا یا کچھ اور کرنا چاہتے ہو تو صفائی سے ہم کو بتادو۔ ہم تمھارے والد صاحب کو مشورہ دیں گے کہ تم کو اس لائن پر لگائیں۔ اور اگر تمھارا ارادہ عربی پڑھنے کا ہو تو ہم تمہیں پڑھائیں گے اور خدا نے چاہا تو تم بہت جلد پڑھ لو گے۔ ان کے اس مشفقانہ اور حکیمانہ طرز عمل نے دل کے رخ کو بدل دیا اور میں نے پڑھنے کا ارادہ کر لیا اور مفتی صاحب سے عرض کر دیا۔ انہوں نے ایک خاص انداز سے پڑھانا شروع کیا اور واقعہ یہ ہے کہ میں جو کچھ کئی سال میں نہیں پڑھ سکا تھا وہ میں نے ان سے چند مہینوں میں پڑھ لیا۔ مفتی صاحب تو اس سال کے بعد سنبھل تشریف نہیں لائے لیکن میری تعلیم کی گاڑی صحیح لائن پر چل پڑی اور علم کا جو حصہ مقدر تھا وہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمادیا۔

بہرحال میری تعلیم میں بنیادی حصہ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی علیہ الرحمۃ کا ہے۔ اس لئے وہ میرے بہت بڑے محسن تھے۔ پچھلے دنوں دار العلوم دیوبند جانا ہوا تو پہلے وہیں ان کی خبر وفات سنی۔ اس کے بعد ساہیوال پاکستان سے ان کے بڑے صاحبزادے مولانا ضیاء الحسن صاحبؒ کا اطلاعی مکتوب بھی ملا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت و رحمت کا خاص معاملہ فرمائے۔ بالخصوص اس ناچیز پر ان کا جو علمی احسان ہے اس کا ان کو بہتر سے بہتر صلہ دار آخرت میں عطا فرمائے اور فضل خاص سے نوازے۔ ناظرین کرام سے بھی دعا کی استدعا ہے۔"

مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ نے جنوری ۱۹۷۱ء میں ۸۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ پنجاب کے شہر ٹوبہ ٹیک سنگھ کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

یہ چند اشعار مفتی محمد نعیم صاحب مرحوم کی ڈائری سے ملے جو کہ مرحوم نے وفات سے قبل تحریر کیے تھے:

الٰہی جب ہوں رخصت میں جہاں سے
ترا ہی نام ہو جاری زباں سے
طفیل حضرت خیر الوریٰ اور انبیاء کے
جو اقرب مجھ سے ہیں اور میری جاں سے
ہوں آساں مشکلیں میری دمِ مرگ
تیری رحمت سے اور تیری اماں سے

مفتی محمد نعیم صاحبؒ ایک جید اور باعمل عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

مشہود مفتی بن نعیم

ابن مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نقشبندی مجددی
شاگرد شیخ الہند مولانا محمود حسن

روئیداد

مدرسہ بنات الاسلام

لدھیانہ

مرتبہ

مفتی ضیاء الحسن رحمۃ اللہ علیہ

شاگرد رشید: مفکر اعظم مولانا عبید اللہ سندھیؒ

بانی: مدرسہ بنات الاسلام منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

علماءِ لدھیانہ کی یادگار

مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ

مشرقی پنجاب میں لدھیانہ جہاں صنعتی اور تجارتی اعتبار سے اہمیت رکھتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی دینی اور علمی لحاظ سے بھی مرکزیت کا حامل تھا۔ شہر کے گوشہ گوشہ میں اسلامی تعلیمات کے مکاتب و مدارس جاری تھے جو اپنی ہمت کے مطابق تعلیمی و دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔ ان اداروں میں اہم اور قدیم ترین درس گاہ مدرسہ اسلامیہ محمودیہ اللہ والا تھا جو تحریک آزادئ ہند ۱۸۵۷ء میں شکست کے بعد دارالعلوم دیوبند، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ساتھ ساتھ قائم ہوا۔ جس کے بانی جہادِ حرّیت سنہ ۱۸۵۷ء کے مجاہدین علماءِ لدھیانہ حضرت مولانا محمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے انتقال کے بعد یہ امانت خاندانی سلسلہ کے اعتبار سے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم کے سپرد ہوئی۔ جنھوں نے خوش اسلوبی اور بلند ہمتی کے ساتھ درس گاہ کو اس کی روایات کے مطابق برقرار رکھا اور اس کے ساتھ ہی نسوانی تعلیم و تربیت کے لیے علیحدہ درس گاہ کے قیام کا بیڑا اٹھایا۔

مردانہ نصاب تعلیم کی طرح ہمارے زنانہ تعلیمی نصاب بھی قومی معارف اور دینی علوم سے معرا تھے۔ جس کے اثرات دخترانِ اسلام کو فرنگی تہذیب میں جذب کر رہے تھے جو ملّت کے لیے ہلاکت خیز تھے۔ جس کی اصلاح کے لیے مؤثر اقدامات کی ضرورت تھی۔ آپ فکر مند تھے کہ کوئی عملی قدم اٹھایا جائے جہاں دختران اسلام پاک اسلامی تعلیمات حاصل کر سکیں۔ خوش قسمتی سے انہیں دنوں مفکر اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ اپنی ۲۵ سالہ جلاوطنی کے بعد تشریف لے آئے۔ انہیں اس سلسلہ میں خاص شغف تھا۔ انہوں نے اس سلسلہ میں ہمت بڑھائی۔ چنانچہ آپ کی سرپرستی میں ۱۶ فروری ۴۱ء کو مدرسہ اسلامیہ محمودیہ کی شاخ کے طور پر خواتین کی درس گاہ مدرسہ بنات الاسلام جاری کر دیا گیا۔

درس گاہ مخصوص تعمیری مقاصد کے پیش نظر معیاری حیثیت سے قائم کی گئی تھی۔ اس کے قیام کے ساتھ ہی اسے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی اور کارکنان کی نیک نیتی، اولوالعزمی اور حق پرستی نے اسے چار چاند لگا دیے۔ جس سے تین چار برس میں ہی اس کا دائرہ افادیت وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ عوام و خواص دونوں نے اس کی خدمات کو تحسین و ستائش کی نظر سے دیکھا۔

تعلیمات

درس گاہ کا انحصار معلمات پر ہی ہوا کرتا ہے۔ خدا کے فضل واحسان سے مدرسہ کو یومِ تاسیس سے ہی مخلص اور علم و عمل سے آراستہ کارکنان حاصل ہوگئیں جنہوں نے حسبتًا للہ اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا اور بے لوث خدمات سے درس گاہ کو دنوں میں ممتاز کر دیا۔ ان میں صدر المعلمات محترمہ کلثوم مفتیؒ(۱) دختر مولانا محمد نعیم صاحب، نائب

(۱) راقم کے ذاتی واقعہ کا احوال: ۱۹۹۵-۹۶ء میں راقم ساہیوال اپنی پھوپھی محترمہ کلثوم مفتی کے پاس مقیم تھا۔ ان دنوں حکومت پاکستان ۱۹۷۲ء میں بھٹو دور میں قومیائے گئے سکول مالکان کو واپس کرنے کی پیشکش کر رہی

صدر المعلمات دختر خواجہ محمد یوسف (مرحوم) اور بیگم صاحبہ شیخ فیض محمد کی خدمات قابل تقلید مثال ہیں۔

درس گاہ کی بیشتر معلمات اعزازی طور پر دینی خدمات انجام دے رہی تھیں۔ جس کے نتائج میں کسی اقتصادی بار کے بغیر درس گاہ دنوں میں بامِ عُروج تک پہنچ گئی۔ جن اکابر نے درس گاہ کا معائنہ فرمایا ان میں یہ اکابرین خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں:

۱. شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ
۲. مفکر اعظم حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھیؒ
۳. حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند
۴. محترمہ بیگم صاحبہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

تھی۔ مفتی ضیاء الحسن لدھیانویؒ کی وفات فروری ۱۹۸۳ء کے بعد ان کے خاندان والوں نے ان کے فلاحی اداروں اور سکولوں کا تمام ریکارڈ ضائع کر دیا تھا۔ کچھ بچ جانے والی فائلوں میں بنات الاسلام ہائی سکول ساہیوال کی فائل ان کی لائبریری میں موجود تھی۔ فائل انتہائی ضخیم اور بوسیدہ ہو چکی تھی لیکن اس میں بنات الاسلام ہائی اسکول کا سارا ریکارڈ موجود تھا۔ ابھی راقم نے اس فائل پر جمی گرد صاف کر کے مطالعہ شروع ہی کیا تھا کہ محترمہ کلثوم مفتیؒ جو کبھی شاذ و نادر ہی گھر کے مردانہ حصے کی طرف آتی تھیں (ہمارا ساہیوال میں گھر تقریبًا پانچ کنال پر محیط ہے اور ان کی رہائش گاہ جس کے ساتھ ہی انہوں نے جامعہ ضیاء القرآن بھی ۱۹۸۷ء میں قائم کیا تھا اور مردانہ حصے میں مناسب فاصلہ بھی ہے۔) راقم نے ان کے قدموں کی آہٹ سنی۔ سر اٹھا کر دیکھا تو محترمہ کلثوم مفتی لائبریری کے دروازے پر کھڑی تھیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان کو کیسے علم ہوا کہ میں اسکول واپس لینے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے صرف اتنا کہا کہ ”مشہود بیٹا! جن فلاحی مقاصد کے لیے یہ اسکولز قائم کیے گئے تھے وہ مقاصد پورے ہو رہے ہیں اس لئے ان اسکولوں کو واپس لینے کا ارادہ ترک کر دیں۔ یہ کہہ کر واپس چلی گئیں۔ آج تک سوچتا ہوں کہ ان کو کیسے علم ہوا کہ میں اسکولوں کی فائلز دیکھ رہا ہوں اور اسکولوں کو حکومت پاکستان سے واپس لینے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ واللہ اعلم (مشہود مفتی بن نعیم ابن مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نقشبندی مجددی)

۵. حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند

۶. عالی جناب نواب محمد مظفر خان صاحبؒ صدر انجمن حمایتِ اسلام لاہور

۷. محترمہ بیگم صاحبہ جناب امین الدین صاحب آئی۔ سی۔ ایس

مفکر اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے ارشاد فرمایا:

''میں مسرور ہوں کہ جن مسلمانوں نے مدرسہ دیکھا وہ اس کے انتظام اور اس کے نصاب میں تعلیم قرآن کی تعریف کرتے ہیں۔ بالفعل میں اس مدرسہ بنات الاسلام کو دارالعلوم دیوبند کے زنانہ سیکشن کے لیے اساس مان لیتا ہوں۔''

رئیس العلماء حضرت الحاج مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے معائنہ کی رپورٹ میں ارقام فرمایا:

''مجھے الفاظ نہیں ملتے کہ میں ان جذباتِ مسرت کو ظاہر کر سکوں جو اس مدرسہ کے نمایاں کارناموں کو دیکھنے کے بعد میرے دل میں پیدا ہوئے۔ لڑکیوں کے مدرسہ کے لیے جس قدر شرائط اسلامی نقطہ نظر سے ہو سکتی ہیں وہ سب اس مدرسہ میں موجود پائیں۔ خدا کرے کہ مسلمان ہر جگہ اس کے طریق تعلیم کی تقلید کریں۔ ہم سب کو شکر گزار ہونا چاہیے مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ اور ان کے خلف الرشید مولانا ضیاء الحسن صاحبؒ کا جن کی تعلیمی اور عملی جدوجہد نے یہ مثال قائم کی، حق تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

(روئداد مدرسہ ۴۳ء)

درس گاہ کو تعلیمی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا:

۱۔ ابتدائی حصہ میں پانچ درجے تھے، جس کا معیار اس دور کے مڈل تک تھا، لیکن

اس میں اسلامی تعلیمات تعلیم قرآن کریم اور تاریخ اسلام شامل تھے۔

۲۔ دوسرا حصہ تین درجوں پر مشتمل تھا جس میں عربی، فارسی، ترجمہ قرآن کریم، فقہ اور تاریخ اسلام کی تعلیم شامل تھی جو طالبہ کو دینی و دنیاکی سعادتوں سے آراستہ کر دیتی تھی۔

درس گاہ خالص خدمت کے جذبات کے ماتحت قائم کی گئی تھی، اس لیے درس گاہ میں طالبات سے کوئی تعلیمی معاوضہ یا فیس نہیں لی جاتی تھی اور درس گاہ کا ماحول بہت پاکیزہ تھا۔ اس اقدام سے ان غریب لوگوں کی مؤثر اعانت ہوئی جو اپنی ہونہار بچیوں کو محض غربت کی بنا پر تعلیم نہیں دلاتے تھے۔ درس گاہ میں دوسرے سال ہی طالبات کی تعداد پانچ صد سے تجاوز کر گئی۔

ناقابلِ تلافی نقصان

۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد مشرقی پنجاب میں جو حوادث رونما ہوئے ان کی خونین داستان ناقابل فراموش ہے۔ مسلمانوں کے منظّم قتل وغارت اور عام تباہی و بربادی کے علاوہ اسلامی مکاتب و مدارس کی تباہی ناقابل تلافی نقصان ہے۔ رمضان المبارک میں تعطیلات کی وجہ سے مدرسہ بنات الاسلام اور محمودیہ اللہ والا دونوں بند تھے۔ مدرسہ محمودیہ اللہ والا کا کتب خانہ ملک بھر میں عدیم المثال تھا جس میں ہزار ہا نوادِر مطبوعات کے علاوہ قلمی کتب کا بیش بہا ذخیرہ محفوظ تھا جو عام تباہی کی نذر ہو گیا۔ اور سینکڑوں برس کے محفوظ ذخائر بربریت کی بھینٹ چڑھ گئے۔

مدرسہ بنات الاسلام کی عمارت عزیز منزل میں مدرسہ کا قیمتی سامان، کتب خانہ، بیش قیمت اشیاء اور کپڑے کا بڑا اسٹاک موجود تھا جو غارت گروں کے ہاتھوں لٹ گیا۔ مدارس کے لیے علمی ذخائر کی تباہی ایسا ناقابل نقصان ہے جس پر کارکنان و ہمدردان اشکبار و رنجور ہیں لیکن اس کی تلافی عالم اسباب میں بظاہر ممکن نہیں۔

پاکستان میں درس گاہ کی ضرورت

تعلیم نسواں کا مسئلہ جس قدر اہم ہے اسی قدر اس سے بے توجہی برتی جارہی ہے۔ انسان کی پہلی تربیت گاہ ماں کی گود ہے جہاں سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ اگر پہلا سبق بہتر ہو تو بچوں کی فطرت اس کے مطابق ڈھل جاتی ہے اور آخری لمحات تک وہ اسی راہ پر گامزن رہتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر پہلی اینٹ ٹیڑھی ہو جائے تو "تاثریا مے رود دیوار کج" کا سا معاملہ رہتا ہے۔

غلامی کے دور میں اسلامی درس گاہوں کا مقصد برے اثرات سے محافظت اور انفرادی تربیت ہوا کرتا ہے تاکہ غلامی کے اثرات کے ماتحت بچے حکمرانوں کے مسلک پر گامزن نہ ہوں۔ قیامِ پاکستان کے بعد مخصوص تعمیری مقاصد پیش نظر رہنے چاہئیں۔ ایک ملّت کی اجتماعی تربیت ہے تاکہ پوری قوم علمی فیضان سے سرشار ہو کر اسلام کی سربلندی، ملک کے وقار، اور پاکستان کے استحکام وارتقاء کے لیے صف آرا ہو سکے۔ اس لحاظ سے آزاد ملک میں ان درس گاہوں کے قیام کی ضرورت زیادہ اہمیت طلب ہے۔ قوم کی اجتماعی اصلاح و تربیت اور یکجہتی کا یہی واحد راستہ ہے جیسا کہ مفکر اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے لدھیانہ میں مدرسہ کی تاسیس کے وقت ارشاد فرمایا تھا:

> "اگر مسلمان عورتیں عہد کرلیں کہ وہ قرآن پڑھ کر اس کے مطابق اپنے بچوں کو چلائیں گی تو بہت جلد مسلمانوں کا بیڑا پار ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کی کمزوریوں کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ان کی عورتوں میں قرآن کی وہ تعلیم نہیں جو ان کے مردوں میں ہے۔ ایمان کے جس قدر شعبے ہیں ان میں مرد و عورت کو مساعی رکھا گیا ہے۔ لہٰذا امرد کے ساتھ مسلم عورت کو تعلیم قرآن میں شامل کرنا چاہیے۔" (روئداد تاسیس)

درس گاہ کا اجراء

اگرچہ مشرقی پنجاب کے حوادث اور مصائب جانکاہ و حوصلہ شکن تھے اور دل و دماغ ان سے متاثر تھے تاہم مدرسہ کے کارکنان کے عزائم پر اثرانداز نہیں ہو سکے۔ لوگ جلب منفعت کی سرگرمیوں میں منہمک تھے لیکن مدرسہ کے کارکنان نئی مملکت کے استحکام اور مِلّت اسلامیہ کی سربلندی کے مخلصانہ جذبات سے سرشار تھے۔ انہوں نے موانعات و مشکلات کے باوجود بلند ہمتی سے کام لیا اور بعض مخلص ہمدردان کی کوشش سے منٹگمری میں درس گاہ کے اجراء کا مبارک فیصلہ کیا جو بحمداللہ پوری کامیابی کے ساتھ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے اور ملک و ملت کی تعمیری، تعلیمی خدمات انجام دے رہی ہے۔

عمارت

منٹگمری شہر کے وسطی حصے میں سکھوں کا ادارہ گرونانک گرلز سکول کے نام سے جاری تھا جس کے ساتھ سنگھ سبھا کی عمارت بھی ملحق تھی۔ مدرسہ بنات الاسلام کے لیے یہ جگہ موزوں تھی جو حکامِ اعلیٰ کے علمی ذوق اور تعمیری جذبہ کے پیش نظر مدرسہ کے لیے مخصوص کر دی گئی۔ جہاں بحمداللہ یکم مئی ۱۹۴۸ء سے قدیم درس گاہ خصوصیات کے ساتھ جاری کر دی گئی۔ جس کا اظہار حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے بھی اپنے مکتوب گرامی میں فرمایا:

> ”میں انتہائی مسرور ہوں کہ منتظمین نے بے سروسامانی کے باوجود اعلیٰ معیار پر منٹگمری میں بتوکل علی اللہ وہی درس گاہ جاری کردی ہے۔“

جو عمارت مدرسہ کے لیے مخصوص کی گئی۔ وہ ابتداءً غیر مسلموں کے لیے بطور کیمپ استعمال ہوتی رہی۔ بعد میں مشرقی پنجاب کے تباہ حال مسلمان بھی وہاں قیام کرتے رہے جہاں کوئی نگرانی یا احتساب نہ تھا۔ ذمہ داریوں کے فقدان سے عمارت کافی نقصان پذیر

ہوئی۔ بجلی کا تمام سامان تلف کر دیا گیا اور اس سفاکی کے ساتھ چیزیں اتاری گئی کہ جس سے عمارت کو کافی نقصان پہنچا۔

کوئی کمرہ ایسا نہ تھا جس میں آٹھ دس چولھے اور قد آدم گڑھے موجود نہ ہوں۔ عمارت کے میدان میں کوڑے کرکٹ کے انبار ٹیلوں کی شکل میں تبدیل ہو گئے تھے۔ سکھوں نے مورچہ بندی کے لیے منڈیر اکھاڑ کر اینٹوں کے انبار جمع کر رکھے تھے۔ الغرض ہر حصہ میں شکست وریخت موجود تھی۔ ان حالات میں عمارت کو سنبھالنا ہی ایک عظیم الشان کام تھا۔ لیکن خدا کا فضل واحسان ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں کارکنان کی ہمت اور مساعی سے عمارت کی شکل وصورت قائم ہو گئی اور کافی حد تک عمارت سنبھل گئی۔ جس کا اعتراف محترم سید محمد محسن شاہ صاحب ترمذی ڈپٹی کسٹوڈین جائداد متروکہ منٹگمری نے بھی فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی رپورٹ میں تحریر فرمایا ہے:

> ”مجھے اس پر بے حد مسرت ہے کہ عمارت کو بڑی حفاظت سے سنبھالا گیا ہے۔ یہ عمارت اس سے پہلے غیر مسلموں اور بعد میں مہاجرین کے لیے بطور کیمپ استعمال ہوتی رہی جس سے اس کی حالت کافی خراب ہو گئی تھی۔ لیکن اب اسے احسن طریق پر صاف ستھرا اور محفوظ کر دیا گیا ہے۔ جو کمی تھی وہ بھی کارکنان کی مساعی سے پوری ہو گئی ہے۔“

گزشتہ دس سالوں میں عمارت کی درستگی، مرمّت اور حفاظت پر پندرہ ہزار روپے کے قریب رقم خرچ ہو چکی ہے۔ دو کمروں کا اضافہ اس کے علاوہ ہے جو طالبات کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر تعمیر کیے گئے ہیں۔ جن پر ساڑھے آٹھ ہزار روپیہ کے قریب صرف ہوئے ہیں۔ ابھی دار القرآن کی تعمیر، ہال کی مرمت، درس گاہوں میں برقی پنکھوں کا انتظام باقی ہے جس کے لیے کوشش جاری ہے۔ ان شاء اللہ العزیز مستقبل میں یہ امور بھی تکمیل پذیر

ہو جائیں گے۔

عمارات میں جس قدر تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اس کا صحیح موازنہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جنہوں نے عمارت کو پہلے دیکھا تھا۔ البتہ گزشتہ سالوں میں کرکٹ میچ کے موقع پر غیر مسلم حضرات یہاں آئے تھے۔ وہ اچانک عمارت دیکھنے بھی آگئے۔ انھوں نے عمارت کی حفاظت اور حالت پر غیر معمولی حیرت و مسرت کا اظہار کیا۔

معلمات

مدرسہ کی متاعِ گراں مایہ مدرسہ کی قابل قدر معلمات ہیں۔ جو پوری جانفشانی و عرق ریزی سے تعلیمی استحکام میں مصروف ہیں۔ لدھیانہ میں مدرسہ کی تاسیس و تنظیم اور غیر معمولی مقبولیت ان کی مخلصانہ جدوجہد اور علمی برتری کا ثمرہ ہے۔ انہوں نے خلوصِ نیت سے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور سالوں کا کام دنوں میں انجام پذیر ہو گیا۔ یہاں بھی درس گاہ کی تشکیل و تنظیم انہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔

مدرسہ کی خوش نصیبی ہے کہ اسے روزِ اوّل سے ہی بے لوث، ایثار شعار صالحہ معلمات کی خدمات حاصل رہی ہیں۔ جس سے مدرسہ کو استحکام اور نیک نامی حاصل رہی ہے۔ ان میں عدیم المثال اور قابل تقلید ایثار محترمہ صدر المعلمات اور دختر خواجہ محمد یوسف صاحب مرحوم رئیس اعظم دے رہی ہیں۔ اور یہاں بھی کسی دنیوی اجر و معاوضہ کے بغیر اولو العزمی کے ساتھ خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ یہ سراپا ایثار صاحبزادیاں علمی شجر قرآن فہمی کے علاوہ عملی زندگی کی ایک بہترین مثال ہیں۔ ان کے عزم و استقلال، بلند ہمتی اور اخلاص ہی نے یہاں عظیم الشان مقدس کام کی داغ بیل ڈال دی جو بحمد اللہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ خداوند کریم ان کی خدمات قبول فرمائے اور انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

ان کے ساتھ ہی محترمہ بیگم صاحبہ شیخ فیض تاجر جالندھر، محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ کی خدمات بھی قابل ستائش ہیں۔ انہوں نے تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی خدمات درس گاہ کے سپرد کردی تھیں اور یہی جذبہ ایثار انہیں یہاں کھینچ لایا۔ انہوں نے مدرسہ کی ابتدائی تنظیم میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ اس وقت منڈی وار برٹن میں مقیم ہیں جہاں ان کی زیر نگرانی مدرسہ بنات الاسلام جاری ہے جس میں چار صد کے قریب طالبات دینی فیضان حاصل کر رہی ہیں جو درس گاہ کی برکات میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ متعدّد مقامات پر چھوٹے پیمانے پر معلمات نے ادارے جاری کر رکھے ہیں جن میں قرآنی تعلیمات کا سلسلہ جاری ہے۔

ابتدائی طور پر سابقہ معلمات ہی کی خدمات کے ساتھ تعلیمات کا آغاز ہوا۔ لیکن تدریجاً اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ خدا کا فضل واحسان ہے کہ یہاں بھی ایسی قابل قدر معلمات کی خدمات حاصل ہوتی رہیں جو خدمت کے جذبات سے سرشار تھیں۔ جنہوں نے تعلیمی خدمات کی انجام دہی میں ایثار سے کام لیا اور درس گاہ بے سروسامانی کے باوجود ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہی۔ اس وقت درس گاہ میں مستقل طور پر گیارہ معلمات تعلیمی فرائض انجام دے رہی ہیں جن میں مستند تربیت یافتہ بی۔ اے، بی۔ ٹی۔ سی، ٹی۔ ایس وی معلمات بھی شامل ہیں جو مقررہ نصاب کی تکمیل پر مامور ہیں۔

تعلیمی احوال

مدرسہ کا آغاز خالص دینی درس گاہ کے طور پر ہوا جس میں آٹھ درجات تھے۔ جن کا معیار مروجہ تعلیمی معیار سے مختلف تھا۔ ان آٹھ درجات میں تعلیم قرآن، فقہ، ترجمہ قرآن، عربی، فارسی، خانہ داری شامل تھے۔ آٹھویں درجہ کے بعد اسپیشل کلاسز کا سلسلہ تھا جن میں قرآنی علوم کی تکمیل کی جاتی تھی۔ ان کے ساتھ ہی اردو فارسی کے امتحانات کی تیاری بھی کی

جاتی تھی، جس میں درس گاہ کو نمایاں کامیابی حاصل تھی۔

درس گاہ اس نہج پر چار سال تک جاری رہی۔ محکمہ تعلیمات کے ارباب اعلیٰ درس گاہ میں تشریف لائے۔ انہوں نے تعلیمات پر ہر طرح اطمینان کا اظہار کیا اور ساتھ ہی درس گاہ کو منظور شدہ مدارس کی صف میں شامل کرنے کی تحریک فرمائی۔ ہمارے پیش نظر صرف دینی خدمات تھیں اس لیے ہم اپنی نہج پر کام کر رہے تھے اور محکمانہ امداد و سرپرستی سے بے نیاز تھے۔ ہماری راہ میں یہی مانع تھا کہ درس گاہ کی منظوری کے بعد دینیات کی تعلیمات متاثر نہ ہوں۔ لیکن محکمہ تعلیمات کے اکابرین کی یقین دہانی ۱۹۵۳ء سے درس گاہ کی منظوری حاصل کرلی گئی اور اس وقت درس گاہ ہائی سکول کے طور پر کام کر رہی ہے لیکن دینی نصاب کی تمام خصوصیات شامل ہیں اور یہ سلسلہ کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ اس کا اعتراف محترمہ آئی ایم لال انسپکٹریس ملتان ڈویژن نے بھی فرمایا ہے۔ انہوں نے اپنے معائنہ کی رپورٹ میں تحریر فرمایا ہے:

> ”درس گاہ میں دینی تعلیمات کو نمایاں اہمیت دی جاتی ہے اور انہیں پورے سلیقہ سے پڑھایا جاتا ہے۔“

طالبات

مدرسہ میں پہلے سالوں سے ہی طالبات کی تعداد زیادہ رہی ہے اور داخلہ کے لیے ہجوم رہا ہے جس سے لوگوں کے دینی جذبات کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ تاہم درس گاہ میں داخلہ محدود ہی رکھا جاتا ہے تاکہ نظم میں دشواریاں نہ پیش آئیں۔ اس وقت طالبات کی تعداد چھ صد سے متجاوز ہے۔ اگر داخلہ پر پابندیاں نہ عائد کی جائیں اور اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو یہ تعداد دو ہزار سے بھی بڑھ سکتی ہے۔ عام طور پر مدرسہ میں داخلہ کے لیے طالبات کو ایک برس تک انتظار کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ داخلہ سے اس لیے بھی احتیاط کی جاتی ہے کہ جگہ

اور نظم دونوں اس راہ میں حائل ہیں۔

غریب طالبات

مدرسہ اپنی ہمت واستطاعت کے مطابق غریب طالبات کی دستگیری کرتا ہے اور انہیں ہر قسم کی امداد دیتا ہے۔ لیکن محدود ذرائع کی بنا پر اس سلسلہ کو زیادہ وسیع نہیں کیا جا سکتا۔ بعض ہونہار غریب بچیاں محض غربت کی بنا پر ترقی سے محروم رہ جاتی ہیں۔ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کی عام تباہی کے بعد یہ مسئلہ زیادہ اہم ہو گیا ہے۔ اس سلسلہ میں مرفہ الحال لوگ اگر توجہ فرمائیں تو یہ بار بڑی حد تک ہلکا ہو سکتا ہے۔ مدرسہ اپنی بساط کے مطابق ہر سال تقریبًا تین چار صد اس سلسلہ میں صرف کرتا ہے جس سے تعلیمی کتب سامان نوشت وخوانداور پارچہ جات وغیرہ مہیا کیے جاتے ہیں۔

تعلیمی معاوضہ

درس گاہ کا اجراء خالص تبلیغی احساسات کے ساتھ ہوا ہے۔ اس لیے درس گاہ میں تعلیمی معاوضہ یا فیس کا کوئی سلسلہ نہیں تھا۔ قیام پاکستان سے پہلے یہی طریق رائج تھا اور قیام پاکستان میں بھی اسی اصول پر عمل رہا۔ تاکہ ہر گھر اس فیضان سے مستفید ہو سکے اور عام مسلمانوں کی بچیاں بھی قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ مدرسہ کے ذمہ داران اس طریق پر گامزن رہنا چاہتے تھے لیکن ہائی سکول کے اجراء کے بعد معمولی فیس رائج کر دی گئی جو قواعد کے مطابق ضروری تھی تاہم طالبات کو غیر ضروری مصارف کے بار سے محفوظ رکھا گیا ہے۔

درس گاہ میں غربت وامارت کا کوئی امتیاز نہیں۔ معلمات اور طالبات کے لباس میں سادگی اور صفائی نمایاں امتیازات ہیں۔ مدرسہ کی فضا موجودہ دور کی گمرہی، فیشن پرستی سے ہر طرح محفوظ ہے۔ مدرسہ کے اوقات میں تمام طالبات آسمانی کھدر پہنتی ہیں جو معمولی درجہ

کے لباس میں شامل ہے۔ جس سے معاشرہ کو غیر ضروری مصارف کے بارِ گراں سے نجات مل جاتی ہے۔

تعلیم قرآن کریم

مدرسہ میں تعلیم قرآن کریم کا خاص اہتمام ہے۔ تعلیم میں صحت الفاظ کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ پہلی جماعت سے تعلیم قرآن شروع کر دی جاتی ہے اور طالبات پانچویں جماعت تک قرآن کریم ناظرہ ختم کر لیتی ہیں۔ طالبات کو تعلیم قرآن کی خصوصی سندات دی جاتی ہیں تاکہ وہ ہمیشہ اس یادگار کے ذریعے مدرسہ کی یاد کو تازہ رکھیں اور قرآن کے ترجمہ و مطالب کی جانب راغب رہیں۔ خداوند کریم کے فضل واحسان سے گزشتہ دس برس میں پانچ صد کے قریب طالبات یہ دولت لازوال حاصل کر چکی ہیں۔

ترجمہ قرآن حکیم

قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کے بعد ترجمہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو تقریباً تین سال میں تکمیل پذیر ہو جاتا ہے۔ بحمد اللہ یہاں پہلی جماعت نے ۱۵ء میں ترجمہ قرآن حکیم کی تکمیل کی، اس کے بعد یہ سلسلۂ مبارک ترتیب کے ساتھ جاری ہے۔ اس درس میں طالبات کے علاوہ بزرگ خواتین بھی شرکت فرماتی رہتی ہیں۔ خدا کے فضل واحسان سے گزشتہ سالوں میں ایک صد کے قریب طالبات و خواتین ترجمہ کے ساتھ قرآن حکیم کی تکمیل کر چکی ہیں۔ جو موجب صد تشکر و امتنان ہے۔ مملکت بھر میں خواتین کا کوئی ایسا ادارہ نہیں جہاں خواتین اس مختصر عرصہ میں کامیابی کے ساتھ قرآن حکیم کی دولت لازوال حاصل کر سکیں۔

مالیات

اس عظیم الشان ادارہ کا آغاز محض توکل علی اللہ کر دیا گیا۔ کوئی مستقل ذریعہ آمد نہ تھا۔ نہ ہی کوئی یقینی صورت تھی۔ اور نہ ہی کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا گیا جو ہمارے

بنیادی اصولوں کے مخالف ہے۔ بہر حال کام شروع ہو گیا اور محض باہمی اعانت سے ہی تین چار سال گزر گئے۔

۱۹۵۳ء سے منظوری کے بعد معمولی گرانٹ موصول ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی مصارف بڑھ گئے۔ تاہم تمام امور کامیابی کے ساتھ انجام پانے لگے۔ ۱۹۵۶ء میں محمودیہ ٹرسٹ نے کچھ سہارا دیا اور ضرورتوں کی تکمیل ہوگئی اور خدا کا فضل واحسان ہے کہ درس گاہ کے تمام ضروری مصارف پورے ہو رہے ہیں اور قدم کامیابی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔

اہتمام

مدرسہ کے نظم ونسق اور اہتمام کے لیے حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ کی زیر سرپرستی ایک مجلس شوریٰ موجود ہے جو رہنمائی کا فرض انجام دے رہی ہے۔ تاہم عمومی نظم ونسق کی ذمہ داریاں راقم الحروف کے کندھوں پر ہیں جنہیں محض اکابرین کی سرپرستی اور احباب کی اعانت سے انجام دے رہا ہوں۔ جس میں صرف خدا کا فضل واحسان ہی شامل ہے۔

ضروریات

درس گاہ کے اجراء کے سلسلہ میں محض ایک عمارت الاٹ کی گئی جو بے حد مرمّت طلب تھی۔ اس کے علاوہ کسی قسم کا کوئی سامان درس گاہ کے لیے نہیں مل سکا۔ ابتدائی ضروریات تک کا تمام سامان خود مہیا کیا گیا جس سے مصارف کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ درس گاہ کی عمارت میں توسیع بھی ہوئی اور اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ اس درس گاہ کا خصوصی امتیاز ہے کہ یہاں تعلیم پانے والی تمام طالبات ڈیسکوں پر فروکش ہیں۔ ابتدائی درجوں کی طالبات کو بھی زمین پر بیٹھنے کی کوفت نہیں، جس سے ملک کی اعلیٰ درس گاہیں بھی محروم ہیں۔ اور تمام جماعتوں کے لیے موزوں کمرے موجود ہیں۔

فوری ضروریات میں دار القرآن کی تعمیر شامل ہے۔ جس کی تکمیل چند دنوں تک

ہو جائے گی۔

مدرسہ کا فیضان

قیام پاکستان کے بعد مدرسہ کی معلمات مختلف مقامات پر آباد ہو گئیں۔ اگرچہ منٹگمری میں درس گاہ کے اجراء سے پیشتر تعداد یہاں جمع ہو گئی۔ تاہم بعض قابل قدر معلمات اپنی ضروریات کی وجہ سے نہ آسکیں۔ ان میں محترمہ بیگم صاحبہ شیخ فیض محمد خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

آپ نے منٹگمری میں درس گاہ کی ابتدائی تعلیم میں نمایاں حصہ لیا۔ اس کے بعد واربرٹن میں رہائش پذیر ہوئیں جہاں آپ کے قیام اور خلوصِ عمل سے ایک درس گاہ بنات الاسلام واربرٹن جاری ہو گئی۔ جو مرکزی درس گاہ کی زیر نگرانی خدمات انجام دے رہی ہے اور اس علاقہ کی عظیم الشان درس گاہ ہے۔ وہاں اس وقت چار صد کے قریب طالبات قرآنی علوم سے مستفیض ہو رہی ہیں۔ اس کے علاوہ چھوٹے پیمانے پر متعدّد مقامات پر مدرسہ کا فیضان جاری ہے۔

عمائدین کے تاثرات

درس گاہ میں ہمیشہ ممتاز اکابرین اور عمائدین تشریف لاتے رہے ہیں اور درس گاہ کو اپنی رہنمائی سے سرفراز فرماتے رہے ہیں۔ نیز مندرجہ ذیل سطور میں چند ایک قابل ذکر اکابرین کے تاثرات پیش کررہاہوں۔ جن سے اس تعمیری کام میں حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ

"آج مجھے مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ میرے سامنے طالبات نے قرآن کریم اور ترجمہ پڑھ کر سنایا۔ تلفظ، ادائیگی، طرز بیان قابل ستائش تھا۔ طالبات نے اپنی استعداد کے مطابق سوالات کے صحیح جوابات دیے۔

مدرسہ میں دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام خصوصیات میں سے ہے۔ جس کے لیے درس گاہ منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ کی سرپرستی اور محترم مولانا ضیاء الحسنؒ کی رہنمائی میں درس گاہ صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ میں درس گاہ کی کامیابی کے لیے دعا کرتا رہوں گا۔"

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مجاہد اعظم حضرت مولانا
عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی، امابعد!

"آج بروز دوشنبہ ۱۷ نومبر ۱۹۴۱ء مجھے مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کو معائنہ کرنے کا موقع ملا۔ میں اس سے پہلے ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء کو مدرسہ کے افتتاح موقعہ پر بھی حاضر ہوا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ اور ان کی اولاد کی کوشش میں خاص برکت عطا فرمائی ہے جس سے مدرسہ غیر معمولی ترقی کر رہا ہے۔ ہم نے بچوں کے اسباق سنے۔ عزیزہ کلثوم اور عزیزہ صغریٰ سلمہا اللہ کی تعلیم اور انتظام کو قابل تعریف پایا۔ اس پودے کی آبیاری میں میری دلچسپی بہت زیادہ ہے۔ اس لیے قابل اصلاح امور کے متعلق مسلسل ہدایات دیتا رہوں گا۔ واللہ الموفق

آخر میں ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس اچھے کام کی بنیاد قائم ہو گئی ہے۔ اور کارکنان کی کامیابی کے لیے دعا کرتا ہوں اور اس تحریر کو ختم کرتا ہوں۔"

عبید اللہ سندھی

۱۷ نومبر

مجاہد اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ

"دو تین مہینہ کے معمولی وقفہ سے مجھے دوسری دفعہ مدرسہ بنات الاسلام دیکھنے کا موقع ملا۔ میں بہت مسرور ہوا کہ جن مسلمانوں نے مدرسہ دیکھا وہ اس کے انتظام اور اس کے نصاب میں تعلیم قرآن کی تعریف کرتے ہیں۔

دلی تمنا ہے کہ دار العلوم دیوبند کے پہلو میں اتنی بڑی درس گاہ بچیوں کے لیے ہو۔ جس قدر بڑی تعلیم گاہ مردوں کے لیے ہے۔ بالفعل میں اس مدرسہ بنات الاسلام کو دار العلوم دیوبند کے زنانہ سیکشن کے لیے اساس مان لیتا ہوں۔"

عبید اللہ سندھی

۴۴ء۔۳۔۶

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند

نحمدہ و نصلی!

"آج مجھے مدرسہ بنات الاسلام میں حاضری کا موقع نصیب ہوا۔ بچیوں کی مختلف جماعتوں اور درجات کی طالبات نے آموختہ سنایا اور تعلیم و تعلم کے مختلف الانواع نتائج دیکھنے میں آئے۔ نظم اور طریق تعلیم بھی معائنہ میں آیا۔

سب کچھ دیکھ لینے کے بعد مجھے الفاظ نہیں ملتے کہ میں ان جذباتِ مسرّت کو ظاہر کر سکوں جو اس مدرسہ کے نمایاں کارناموں کو دیکھنے کے بعد میرے دل میں پیدا ہوئے۔ لڑکیوں کے مدرسہ کے لیے جس قدر شرائط اسلامی نقطہ نظر سے ہو سکتی ہیں وہ سب اس مدرسہ میں موجود ہیں۔ خدا کرے کہ ہر مسلمان ہر جگہ اس مدرسہ اور اس کے طریق تعلیم کی تقلید کریں۔ اگر اس خیال پر جگہ جگہ مدارس بنات قائم ہو گئے تو قوم کی حالت ان شاء اللہ چند ہی دنوں میں کافور ہو جائے گی۔ ہم سب کو شکر گزار ہونا چاہیے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ اور ان کے خلفِ رشید مولانا ضیاء الحسن صاحبؒ کا جن کی تعلیمی اور عملی جدوجہد نے یہ نئی مثال قائم کی۔ حق تعالیٰ انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔"

محمد طیب

مہتمم دارالعلوم دیوبند

مدرسہ بنات الاسلام منٹگمری (پاکستان)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"میں نے مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کے تعلیمی کوائف اور حالات سنے تھے۔ بحمدللہ اسلامی نقطہ نظر سے بچوں کے لیے کامیاب جامع الشرائط درس گاہ تھی۔ میں انتہائی مسرور ہوں کہ منتظمین نے بے سروسامانی کے باوجود اسی معیار پر منٹگمری پاکستان میں بتوکل علی اللہ وہی درس گاہ جاری کر دی

ہے۔ پاکستان میں بچیوں کی صحیح تعلیم و تربیت کے لیے اس قسم کے معیاری اداروں کی اشد ترین ضرورت ہے۔ میں اس کی کامیابی کے لیے دعا کرتا ہوں اور ارباب اختیار سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ درس گاہ کی ضرورتوں کی تکمیل میں فراخ حوصلگی سے حصہ لیں اور اس کی سرپرستی فرماکر اجرِ دارین حاصل کریں۔"

شبیر احمد عثمانی

۲۵ جنوری ۴۸ء

کراچی

گرامی منزلت سردار عبدالرب نشتر رحمۃ اللہ علیہ

محترم مفتی صاحب!

السلام علیکم!

آپ کا گرامی نامہ ملا یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ نے منٹگمری میں مدرسہ بنات الاسلام جاری کر دیا ہے۔ پاکستان کو ایسی درس گاہوں کی اشد ضرورت ہے جہاں مسلمان لڑکیاں اسلامی طریقہ تعلیم سے مستفید ہو سکیں۔ مدرسہ کی کامیابی کے لیے دعا کرتا ہوں۔ والسلام

احقر العباد عبدالرب نشتر

مفکر اسلام حضرت العلامہ
مولانا سید سلیمان صاحب ندویؒ

"مدرسہ بنات الاسلام منٹگمری میں حاضری کا آج موقع ملا۔ منتظمین نے مدرسہ کے حالات بتائے۔ مدرسہ پہلے لدھیانہ میں تھا، اب یہاں منتقل ہوگیا ہے۔ طالبات کی تعداد چار سو کے قریب ہے۔ اس میں دینیات کی تعلیم ہوتی ہے اور زنانہ دستکاری سکھائی جاتی ہے۔ ایسے زنانہ مدرسوں کی جن میں بحد مناسب دینیات کی اور ضروری سلیقہ اور ہنر کی تعلیم دی جائے بہت ضرورت ہے۔ لڑکیوں میں اخلاقِ حسنہ اور کردارِ اسلامی پیدا کرنے کی بھی ضرورت شدید ہے تاکہ آزادانہ تحریک کا مقابلہ ہوسکے جو آزادانہ زنانہ مدارس کے واسطہ سے پھیل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کارکنوں کو توفیق عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس قسم کے مدرسوں کی امداد و اعانت کا شوق عنایت فرمائے۔"

سید سلیمان ندوی

۱۳ مارچ ۵۲ء

گرامی قدر سید محمد محسن شاہ صاحب ترمذی

" آج مجھے چند احباب کی معیت میں مدرسہ بنات الاسلام میں منٹگمری جانے کا شرف حاصل ہوا۔ مدرسہ پہلے لدھیانہ میں جاری تھا۔ اب مفتی ضیاء الحسن صاحبؒ کی کوششوں سے منٹگمری میں جاری ہوگیا ہے۔ احاطۂ مدرسہ میں داخل ہوتے ہی پہلی چیز مدرسہ کی صفائی تھی جو عام طور پر درس گاہوں میں

نظر نہیں آتی۔ مدرسہ کے کمرے بڑے صاف ستھرے تھے۔ بچیوں کی نشستوں کے سامنے تپائیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر ان کی کتابیں وغیرہ رکھی ہوئی تھیں۔ یہ میرے لیے نئی چیز تھی۔

بچیوں کے طرز تکلم اور نشست وبرخاست کے آداب سے ایک باسلیقہ انتظام کا ثبوت مل رہا تھا۔ بچیوں نے ہماری موجودگی میں دعائیہ نظم پڑھی جس میں خود اعتمادی اور اولوالعزمی نمایاں تھی۔ ایک چھوٹی بچی نے ہمارے سامنے نماز بھی پڑھی۔ جو انتہائی دلکش اور جاذب تھی۔ تمام بچیوں کا تلفظ عمدہ اور صحیح تھا ۔جس جرأت سے بچیوں نے ہمیں مختلف چیزیں سنائیں ایک اچھاخاصا لکھا پڑھا آدمی بھی اس طریقہ پر ادا نہیں کرسکتا۔ ان تمام امور سے تعلیم کی پختگی کا ثبوت ملتا تھا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ ایک برس کی محنت کا نتیجہ ہے۔

اس درس گاہ کے کارکنان نے جس ہمت، اولوالعزمی اور اخلاص کے ساتھ اس کام کا آغاز کیا اور اس کے جو مبارک نتائج آج ہمارے سامنے ہیں۔ ان کے پیش نظر اس درس گاہ سے جتنی توقعات وابستہ کی جائیں، کم ہیں۔

مجھے اس پر بے حد مسرت ہے کہ عمارت کو بڑی حفاظت سے سنبھالا گیا ہے۔ یہ عمارت اس سے پہلے غیر مسلموں اور بعد میں مہاجرین کے لیے بطور کیمپ استعمال ہوتی رہی جس سے اس کی حالت کافی خراب ہوگئی تھی۔ لیکن اب اسے احسن طریق پر صاف ستھرا اور محفوظ کردیا گیا ہے۔ جو کمی تھی وہ بھی کارکنان کی مساعی سے پوری ہوگئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ درس گاہ جس رفتار سے ترقی پذیر ہے اس کے مطابق تھوڑے ہی عرصہ میں پاکستان بھر میں بے مثال حیثیت کی حامل ہوگی۔

میں اختتام پر مفتی ضیاء الحسن صاحبؒ اور مدرسہ کے دیگر کارکنان کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ملّت کے اس عظیم الشان تعمیری کام کا آغاز کیا۔ خداوند کریم ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔"

سید محسن ترمذی

۲۷ دسمبر ۱۹۴۸ء

عالی مرتبت سید محمد قاسم صاحب رضوی

مہتمم بندوبست منٹگمری

" میں نے مدرسہ بنات الاسلام کی عمارت اور ابتدائی جماعتوں کا معائنہ کیا۔ مجھے یہ معلوم کر کے بے حد مسرت ہوئی کہ ادارے میں طالبات کی دینی تعلیم کا مؤثر اور خصوصی انتظام ہے۔ ننھی ننھی بچیوں نے جس پیارے انداز میں نماز کے معنیٰ اور قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ سنایا وہ بہت ہمت افزاء تھا۔ اس کی عمارت کی توسیع میں منتظمین نے کافی محنت کی۔ خدا ان کی ہمت اور سرمایہ کو توسیع عنایت فرمائے۔ سکول کی صفائی اور ابتدائی جماعتوں کا نظام بہت قابل قدر تھا۔ رواجی تعلیم کے ساتھ ساتھ دستکاری اور دینی تعلیم اس ادارے کی کامیاب خصوصیت ہے۔"

سید محمد قاسم رضوی

۲ فروری ۵۹ء

مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کی

سالانہ روئیداد

۱۹۴۳ء _ ۱۹۴۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کی
سالانہ روئیداد ۱۹۴۳ء _ ۱۹۴۴ء

جو مدرسہ کے تیسرے

سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۸/ مارچ ۱۹۴۴ء میں پڑھی گئی۔

نحمده و نصلي على رسوله الكريم

دن گزرتے دیر نہیں لگتی۔ کل ہی کی بات ہے جب مدرسہ بنات الاسلام کے قیام کا چرچا تھا اور ابتدائی امور زیر بحث تھے۔ لیکن آج تیسرا سال بخیر وعافیت ختم ہو رہا ہے۔ تین سال کا مختصر عرصہ درس گاہوں کی تشکیل و تاسیس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا لیکن خداوند کریم کے فضل واحسان اور ارکان و معاونین کے اخلاص، ہمت اور مسلسل جذبۂ عمل نے مدرسہ کو چار چاند لگا دیے جس کا پورا اندازہ مدرسہ کی سہ سالہ خدمات سے ہو سکتا ہے۔ خیال تھا کہ ان کارگزاریوں کو تفصیل کے ساتھ پیش کریں لیکن کاغذ کی نایابی و ناقابل برداشت گرانی ارادوں میں حائل ہے۔ محض ضروری عرض داشتوں پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ مکمل تفصیلات دفتر میں محفوظ ہیں جہاں سے ہر وقت ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

تعلیمی مقاصد

اس درس گاہ کا حقیقی منشاء یہی ہے کہ مسلم خواتین میں مذہبی تعلیم سے جو عام انحراف پایا جاتا ہے، اسے پورے طور پر دور کیا جائے اور ان میں قرآنی تعلیمات سے سچی اسلامی روح پھونکی جائے۔ تاکہ قوم کی بچیاں حقیقی طور پر مسلمہ کہلا سکیں اور قومی تعمیر پاکیزہ اسلامی تعلیمات سے استحکام پذیر ہوں۔ بحمد للہ اسی بلند مقصد کے پیش نظر قرآنی تعلیمات کو اساس قرار دے کر اس قسم کا نصاب ترتیب دیا گیا ہے۔ جس کی تکمیل کے بعد بنات الاسلام زندگی کے دوسرے لوازمات کے ساتھ قرآنی حقائق و معارف سے مستفید ہو سکتی ہیں۔ اب جہاں اس امر کی ضرورت ہے کہ قوم اس درس گاہ کی سرپرستی کرے اور اپنی کمائیوں سے اس مقدس نظامِ تعلیم کو فروغ دے۔ وہاں یہ بہت ضروری ولازمی ہے کہ کوئی گھر اس فیضان سے محروم نہ رہے۔ تاکہ ہماری بدبختی کے تاریک دور کا خاتمہ ہو جائے۔

تعلیمی نظام

مدرسہ میں عمومی و خصوصی دو درجے ہیں:

ا۔ درجہ عمومی پانچ جماعت تک ہے جس کا معیارِ تعلیم عام مدارس و مکاتیب سے مختلف اور بہت بلند ہے۔ درجہ عمومی کے پانچ سالوں میں طالبہ قرآن کریم کے لفظی ترجمے، قواعدِ عربی اور فارسی انشاء و ادب کے ساتھ تاریخ، جغرافیہ، حساب، معلوماتِ عامّہ، سینا پرونا اور امور خانہ داری کی تکمیل کر لیتی ہے۔

۲۔ اس کے بعد درجہ خصوصی تین سالوں پر مشتمل ہے۔ جن میں عربی ادب، تفہیم وربطِ آیات، فقہِ اسلام اور اسلامی تاریخ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جن کی تکمیل کے بعد وہ حقیقی طور پر "مسلمہ" کہلانے کی مستحق ہو سکتی ہے۔ خدا مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اپنی بچیوں کو پاکیزہ اسلامی تعلیمات کی طرف لگا سکیں تاکہ قوم کا حقیقی روشن مستقبل پیدا ہو سکے۔

بشارتِ عظمیٰ

مدرسہ جاری ہوتے ہی تین سعادت مند طالبات محترمہ حرمت خاتون صاحبہ بنت حافظ محمد عظیم صاحب، محترمہ صغریٰ خاتون صاحبہ بنت حاجی محمد شریف صاحب میونسپل کمشنر، محترمہ جمیلہ خاتون صاحبہ بنت شیخ رحمت علی صاحب درجہ خصوصی کے پہلے سال میں داخل ہوئی تھیں، وہ بحمد اللہ امسال اپنے مجوّزہ نصاب کی تکمیل کر چکی ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو قرآنی علوم سے آراستہ کر کے اپنی زندگیاں سنوار لی ہیں جو قوم کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ ہر سہ طالبات دین و دنیا کی ان سعادتوں سے بہرہ ور ہیں کہ جن گھروں میں داخل ہوں وہ بقعہ نور بن جائیں اور ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہیں۔ خوش قسمت ہے وہ انسان کہ جن کے گھروں میں اس قسم کی سعادت مند بچیاں موجود ہوں۔ اور مبارک ہیں وہ لوگ جن کی بچیاں قرآنی سرچشمہ سے سیراب ہو کر ان کے لیے سرمایۂ آخرت جمع کر رہی ہیں۔

امسال طالبات کی تعداد تقریباً تین صد رہی۔ اس وقت آٹھ معلمات تعلیمی خدمات میں مصروف ہیں۔ طالبات کو مدرسہ تک پہنچانے اور دوسرے امور کے لیے تین خادمات ہیں۔ معلمات کی رشک آفریں قابلیت، مسلسل محنت، اخلاص اور نیک نیتی کا مبارک ثمرہ ہے کہ مدرسہ ترقی و مقبولیت کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ ان میں بالخصوص محترمہ صغریٰ خاتون صاحبہ بنت جناب خواجہ محمد یوسف صاحب رئیس اعظم کا ایثار اور فداکارانہ جذبۂ عمل انتہائی طور پر قابل ستائش ہے۔ ان کی شبانہ روز مخلصانہ سرگرمیاں مدرسہ کو منازلِ عروج پر پہنچا رہی ہیں۔ اللہ انہیں مزید ہمت و استقلال اور اخلاص اور جزائے کاملہ عطا فرمائے اور دوسرے ارباب ثروت کو توفیق دے کہ ان کی بچیاں گھروں میں بیکار رہنے کی بجائے دینی خدمات میں مصروف رہ سکیں۔ ان کی مخلصانہ مساعی ہی قوم کو پروان چڑھا سکتی ہیں۔

تعمیری فنڈ

مدرسہ فی الحال کرایہ کی عمارت مقام عزیز محلہ اقبال گنج میں واقع ہے۔ گو یہ عمارت کافی کشادہ، عمدہ اور محفوظ ہے۔ لیکن مدرسہ کی روز افزوں ترقیات کے پیش نظر مدرسہ کی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتی۔ مدرسہ شروع ہونے سے پہلے اور درمیانی آرام کے وقت جب طالبات صحن میں آتی ہیں تو کھڑے ہونے تک کو جگہ نہیں ملتی۔ خصوصاً گرمی کے ایام میں دشواریاں بڑھ جاتی ہیں۔ درس گاہ کے لیے اس کی ضروریات و مناسبات کے لحاظ سے مستقل موزوں تعمیر کی ضرورت ہے۔ جس کی جانب قوم کے ارباب خیر کو خصوصی توجہ کرنی چاہیے تاکہ تعمیری سلسلہ کا فنڈ جاری ہو جائے اور بہت جلد موزوں زمین خرید کر قرآن تعلیم واشاعت کے مرکزی عمارتی داغ بیل ڈال دی جائے۔ اس مبارک تعمیری مقصد میں جن کے پاکیزہ اموال صرف ہوں گے وہ ان کے لیے دائمی خیر و برکت کا موجب رہیں گے۔ لہٰذا اس صدقہ جاریہ کو قائم کرنے کے لیے پورے ایثار، ہمت اور گرم جوشی سے کام لیں تاکہ خیر وسعادت کا یہ سلسلہ جلد شروع کر دیا جائے۔

تعلیمی معاوضہ

مدرسہ کی جانب سے تعلیمی معاوضہ کے طور پر طالبات سے کوئی فیس وغیرہ نہیں لی جاتی بلکہ انہیں ہر قسم کی سہولتیں دی جاتی ہیں تاکہ عام مسلمانوں کی بچیاں بھی آسانی کے ساتھ قرآنی تعلیم حاصل کر سکیں۔ اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ فہم ودانش سے کام لیں اور سکولوں سے گمراہی وفیشن پرستی کی گراں اجناس کے بدلہ قرآنی مرکز کی سود مند زندگی حاصل کریں جو ان کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لیے ہر قسم کی کامیابیوں کی ضامن ہے۔

غریب والدین کی بچیاں عام طور پر غربت وافلاس کی وجہ سے جہالت کی نذر ہو جاتی ہیں۔ لیکن مدرسہ بنات الاسلام کے مخلص کارکنان دنیوی اجر و معاوضہ سے مستغنی ہو کر

قرآن کی تعلیم واشاعت کے لیے کمر بستہ ہیں۔ وہ تعلیمی شوق رکھنے والی نادار بچیوں کی حسب استطاعت خبرگیری رکھتے ہیں۔ امسال دوسری امداد کے علاوہ تقریباً ۵۷ روپیہ کا سامانِ نوشت وخواند مدرسہ کی جانب سے غریب طالبات میں مفت تقسیم کیا گیا۔ قوم کے ارباب ثروت کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔ وہ اپنی بچیوں کو لایعنی نازبرداریوں میں صدہا روپے خرچ کر دیتے ہیں۔ کاش کہ وہ ان غریب بچیوں کو بھی قومی زندگی کا ضروری جزو سمجھیں اور محض فضول خرچیوں کے مصارف کو ان کی جہالت دور کرنے کے لیے وقف کر دیں۔ تاکہ مدرسہ پوری فراخدلی سے ان کی سرپرستی کر سکے اور ان کی پوری قوم تعلیمی ترقیوں سے سرفراز ہو کر دین و دنیا میں برومند ہو سکے۔

دنیا کے موجودہ نظام میں غریب کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ غریب زندگی کے ہر شعبہ میں ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ سکولوں اور کالجوں میں بھی غربت وامارت کا سوال قائم ہے اور غریب بچے اسی احساس سے جماعتوں میں بھی دم بخود سے رہتے ہیں۔ اور بسا اوقات یہی احساس ان کی ترقی کی راہوں میں حائل ہو جاتا ہے۔ لیکن بحمد اللہ مدرسہ بنات الاسلام کی فضا میں اسلامی اخوّت ومحبّت اور پاکیزہ تعلیم کے بابرکت اثرات کی وجہ سے کسی قسم کا کوئی امتیاز نہیں۔ تمام لڑکیاں آپس میں شیر وشکر کرتی رہتی ہیں جس سے مدرسہ کی فضا پر امن وروح پرور ہے۔

انتظامیات

مدرسہ کے نظم ونسق اور نگرانی وغیرہ کے لیے باقاعدہ ایک جماعت قائم ہے جو پوری شیفتگی، توجہ، ہمدردی اور اخلاص سے مدرسہ کی ترقیوں کے لیے والہانہ طور پر مصروفِ عمل رہتی ہے۔ اس کی شبانہ روز اَن تھک مخلصانہ سرگرمیوں کا ثمرہ ہے کہ مدرسہ کو ابتدائی حالات کے باوجود کسی قسم کی دشواریوں کا سامنا نہیں ہوا۔ مدرسہ ان کی مساعی پر دلی ہدیۂ

عقیدت وامتنان پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ خداوند کریم ان کے نیک عزائم میں برکت واستقلال عطافرمائے۔ تاکہ وہ زیادہ بلند ہمتی کے ساتھ اس پودے کی آبیاری کرسکیں۔

جماعت کی تشکیل حسب ذیل ہے:

صدر: محترمہ بیگم صاحبہ خواجہ احد شاہ صاحب مرحوم

صدر المعلمات و مہتممہ: کلثوم بنت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب

معتمدہ: محترمہ بیگم صاحبہ خواجہ محمد اعظم صاحب

نائبہ معتمدہ: محترمہ صغریٰ صاحبہ دختر خواجہ محمد یوسف صاحب

خازنہ: محترمہ بیگم صاحبہ خواجہ محمد یوسف صاحب

مالیات

قرآنی تعلیم واشاعت کا یہ مرکز مسلم خواتین کی اصلاح وترقی کے لیے جاری ہوا ہے۔ اس قسم کی مذہبی واصلاحی درس گاہ کو حکومت کے ساتھ مربوط نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس سے کوئی امداد لی جاسکتی ہے۔ بلکہ اس کے اقتصادی ومالی مسائل کا سوال مسلمانوں کے عام احساس پر مبنی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ مسلمان اس فرض کو اطمینان بخش طریقہ پر انجام دے رہے ہیں اور اپنی اعانتوں سے مدرسہ کو سرفراز فرمارہے ہیں۔ انہیں کی گراں قدر عنایتوں اور مہربانیوں سے مدرسہ ترقی کی منازل پر گامزن ہے۔ مدرسہ اپنے تمام مخلص معاون بہن بھائیوں کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہے اور محترمہ بیگم صاحبہ خواجہ احد شاہ صاحب مرحوم صدر انجمن بنات الاسلام، محترمہ بیگم صاحبہ خواجہ محمد اعظم صاحب، محترم خواجہ محمد یوسف صاحب، محترم خواجہ محمد اعظم صاحب خصوصی شکریہ وستائش کے مستحق ہیں۔ انہوں نے بڑی فراخ دلی اور فیاضی سے مدرسہ کو ہر قسم کی امداد سے نوازا۔ خدا ان کے پاکیزہ اموال میں برکت دے۔ ہم مخلص بہن بھائیوں سے متوقع ہیں کہ وہ آئندہ بھی اپنی گراں قدر

کوششوں سے مدرسہ کو سرفراز فرماتے رہیں گے۔

عطیہ گرامی

محترم خواجہ محمد اعظم صاحب رئیس اعظم لدھیانہ مدرسہ کے تعمیری امور میں انتہائی فراخ حوصلگی سے حصہ لیتے رہتے ہیں اور کسی موقع پر بھی مدرسہ کو فراموش نہیں فرماتے۔ ان کی قابل قدر مخلصانہ توجہات پر کارکنانِ مدرسہ بدل وجان ممنون ہیں۔آپ نے امسال مقررہ امداد کے علاوہ پانچ صدر روپیہ کے عطیۂ گرامی سے مدرسہ کو سرفراز فرمایا ہے۔ کارکنان دلی طور پر ان کے شکر گزار ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ محترم خواجہ صاحب مدرسہ کے تعمیری فنڈ میں اپنی روایات کے مطابق السابقون الاولون میں شمار ہوں گے۔

ذیل میں گزشتہ سال کی آمدنی ومصارف کا اجمالی نقشہ پیش کیا جارہا ہے۔ اسماء کی تفصیلات دفتر میں محفوظ ہیں:

نقشہ آمد وخرچ

ازماہ اپریل ۱۹۴۳ء تاماہ مارچ ۱۹۴۴ء

آمد		خرچ	
بقایا سابقہ ـــــ ۳_۱۱_۲۲۶۵			
اپریل ۱۹۴۳ء	۰_۴_۸۷	اپریل ۱۹۴۳ء	۰_۸_۱۴۳
مئی ۱۹۴۳ء	۶_۹_۱۲۸۸	مئی ۱۹۴۳ء	۰_۹_۱۴۸
جون ۱۹۴۳ء	۰_۴_۷۰	جون ۱۹۴۳ء	۰_۸_۹۹
جولائی ۱۹۴۳ء	۰_۸_۱۳۵	جولائی ۱۹۴۳ء	۰_۰_۹۱
اگست ۱۹۴۳ء	۰_۴_۱۰۶	اگست ۱۹۴۳ء	۰_۰_۹۲

ستمبر ۱۹۴۳ء	۴۲۲_۱۴_۰	ستمبر ۱۹۴۳ء	۹۱_۸_۰
اکتوبر ۱۹۴۳ء	۶۱۸_۱۴_۰	اکتوبر ۱۹۴۳ء	۸۹_۰_۰
نومبر ۱۹۴۳ء	۱۱۳_۴_۰	نومبر ۱۹۴۳ء	۱۱۲_۲_۰
دسمبر ۱۹۴۳ء	۱۲۶_۱۲_۰	دسمبر ۱۹۴۳ء	۱۰۴_۰_۰
جنوری ۱۹۴۴ء	۱۰۶_۸_۰	جنوری ۱۹۴۴ء	۹۱_۰_۰
فروری ۱۹۴۴ء	۸۹۲_۰	فروری ۱۹۴۴ء	۱۱۰_۰_۰
مارچ ۱۹۴۴ء	۵۷_۸_۰	مارچ ۱۹۴۴ء	۹۱_۱۲_۰
میزان آمد	۵۴۹۱_۱۲_۹	میزان خرچ	۱۲۶۴_۳_۰
بقایا	۴۲۲۷_۹_۹		

تبلیغ

مدرسہ کا حقیقی منشاء قرآنی تعلیمات کی تبلیغ واشاعت اور خواتین اسلام کی اصلاح وہدایت ہے۔ اس لیے تعلیمی مشاغل کے ساتھ مدرسہ کی جانب سے اصلاحی وتبلیغی سلسلہ بھی جاری ہے جسے مدرسہ کی قابل قدر معلمات وطالبات انجام دیتی ہیں۔ جس سے عام خواتین اسلام رشد وہدایت حاصل کر رہی ہیں۔ ایک مسلسل تبلیغی سلسلہ مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ کے مکان پر درس قرآن کی صورت میں جاری ہے۔ جہاں ہر ہفتہ بعد نماز جمعہ عام خواتین کے لیے درسِ قرآن اور سبق آموز اصلاحی تقاریر ہوتی ہیں۔ جن سے عام خواتین اسلام فوز وفلاح حاصل کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اسلامی تقریبوں پر بھی تبلیغی واصلاحی جلسے ہوتے رہتے ہیں جو بے حد سود مند ثابت ہو رہے ہیں۔

اکابر مشاہیرِ ملّت

خدا کا شکر ہے کہ مدرسہ کو عوام وخواص دونوں کی قبولیت کا گراں مایہ شرف حاصل

ہورہاہے۔ مدرسہ کی قرآنی فضا کو دیکھ کر ہر شخص اثر پذیر ہوتا ہے اور ہمیشہ کے لیے مدرسہ کی خدمات کا معترف ہوجاتا ہے۔

امسال مختلف اوقات میں بعض جلیل القدر مشاہیرِ ملّت نے مدرسہ کا معائنہ فرماکر مدرسہ کی کارگزاریوں کو دل وجان سے سراہا۔ ان میں مفکرِ ملّت، مجاہدِ اعظم حضرت مولانا عبیداللہ سندھی اور رئیس العلماء حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ دونوں اکابرِ ملّت علم وفضل، ورع وتقویٰ اور وسعتِ نظر وتعلیمی تجارب کے لحاظ سے عدیم المثال ہیں۔ ان کی آراء گرامی درس گاہ کے متعلق زیادہ وقیع ومستند شمار کی جاسکتی ہیں۔ ان قابل احترام عمائد نے مدرسہ کے متعلق جن گراں قدر خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ ان کے اقتباسات درج کیے جاتے ہیں تاکہ قوم درس گاہ کی صحیح عظمت اور بلندی مقام سے روشناس ہوسکے۔

مفکرِ ملّت حضرت مولانا عبید اللہ سندھی
مؤسس بیت الحکمۃ جامعہ ملیہ دہلی

دو تین مہینہ کے معمولی وقفہ سے مجھے دوسری دفعہ مدرسہ بنات الاسلام کے دیکھنے کا موقع ملا اور میں بہت مسرور ہوا کہ جن مسلمانوں نے مدرسہ دیکھا وہ اس کے انتظام اور اس کے نصاب میں تعلیم قرآن کی تعریف کرتے ہیں۔ دلی تمنا ہے کہ دارالعلوم (دیوبند) کے پہلو میں اتنی بڑی تعلیم گاہ بچیوں کے لیے ہو۔ جس قدر بڑی تعلیم گاہ مردوں کے لیے ہے۔ بالفعل میں اس مدرسہ بنات الاسلام کو دارالعلوم دیوبند کے زنانہ سیکشن کے لیے اساس مان لیتا ہوں۔

عبید اللہ سندھی

۶_۳_۴۴

رئیس العلماء حضرت مولانا محمد طیب صاحب
مہتمم دارالعلوم دیوبند

نحمدہ و نصلی!

آج مجھے مدرسہ بنات واسلام میں حاضری کا موقع نصیب ہوا۔ بچیوں کی مختلف جماعتوں اور درجات کی طالبات نے آموختہ سنایا اور تعلیم و تعلم کے مختلف الانواع نتائج دیکھنے میں آئے۔ نظم اور طریق تعلیم بھی معائنہ میں آیا۔ سب کچھ دیکھ لینے کے بعد مجھے الفاظ نہیں ملتے کہ میں ان جذباتِ مسرّت کو ظاہر کر سکوں جو اس مدرسہ کے نمایاں کارناموں کو دیکھنے کے بعد میرے دل میں پیدا ہوئے۔ لڑکیوں کے مدرسہ کے لیے جس قدر شرائط اسلامی نقطہ نظر سے ہو سکتی ہیں وہ سب اس مدرسہ میں موجود پائیں۔

خدا کرے کہ ہر مسلمان ہر جگہ اس مدرسہ اور اس کے طریق تعلیم کی تقلید کریں۔ اگر اسی مثال پر جگہ جگہ مدارس بنات قائم ہو گئے تو قوم کی جہالت ان شاء اللہ چند ہی دن میں کافور ہو جائے گی۔ ہم سب کو شکر گزار ہونا چاہیے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب اور ان کے خلفِ رشید مولانا ضیاء الحسن صاحب کا جن کی تعلیمی اور عملی جدوجہد نے یہ نیک مثال قائم کی۔ حق تعالیٰ انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

شکریہ

ان مختصر احوال پر اپنی گزارشات ختم کرتی ہوں۔ اور آخر میں ان تمام بہن بھائیوں کا بصمیم قلب شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے اپنے پاکیزہ اموال، زریں مشوروں اور نیک نصائح سے مدرسہ کو سرفراز فرمایا اور ان خواتین کی خدمت میں دلی ہدیہ عقیدت پیش کرتی ہوں جنہوں نے اپنی تشریف آوری سے جلسہ کی رونق کو دوبالا کیا اور اپنی ہر قسم کی اعانتوں سے ہمیں ممنون فرمایا۔ اللہ انہیں جزائے کاملہ عطا فرمائے اور ہمیں مذہب، قوم، ملک کی مخلصانہ خدمت کے لیے مزید ہمت، اخلاص، استقلال عطا فرمائے۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم

سبحان ربك رب العزة عما يصفون

وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

عاجزہ کلثوم مفتی

بنت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی

مہتممہ وصدر المعلمات

مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ پنجاب

قرآنی تعلیم کے مرکز

جامعہ ضیاء القرآن رجسٹرڈ ساہیوال

برائے طالبات کا

تعارف و مختصر روئیداد

مختصر روئیداد

جامعہ ضیاء القرآن رجسٹرڈ ساہیوال

جس میں قرآن کریم ترجمہ وتفسیر کے ساتھ

حدیث ترجمہ وتفسیر کے ساتھ

قاریہ فاضلہ، حافظہ فاضلہ، ناظرۃ القرآن کا انتظام ہو گا۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

مشرقی پنجاب میں لدھیانہ ضلع دینی علمی طور پر انتہائی سربلند تھا۔ شہر کے گوشہ گوشہ میں اسلام ودینی تعلیمات کے مدارس قائم تھے۔ جن کے فارغ التحصیل بہترین عالم ہوتے تھے۔ ان ہی اداروں میں قدیم اور اہم ترین درس گاہ مدرسہ محمودیہ عربیہ اللہ والا تھا جو کہ تحریک حریتِ ہند ۱۸۵۷ء میں شکست کے بعد ملّی استحکام کے لیے دارالعلوم دیوبند اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ساتھ قائم ہوا۔ جس کے بانی مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کے انتقال کے بعد یہ امانت

خاندانی سلسلہ کے لحاظ سے میرے والد مولانا مفتی محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہوئی۔ جنہوں نے نہایت خوش اسلوبی اور بلند ہمتی سے درس گاہ کو اس کی روایات کے مطابق برقرار رکھا۔اس کے ساتھ ہی دخترانِ اسلام کی تعلیم کے لیے علیحدہ درس گاہ کے قیام کا بیڑا اٹھایا کیونکہ مردانہ اور زنانہ تعلیم نصاب، قومی معارف اور دینی علوم سے مبرا تھے۔جن کے اثرات دختران اسلام کو انگریزی تعلیم تہذیب میں جذب کر رہے تھے جو ملّت کے لیے انتہائی طور پر ہلاکت خیز تھے۔

مولانا مفتی محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ اب فکر مند تھے کہ کوئی عملی قدم اٹھایا جائے ایسا مرکزی ادارہ قائم ہو جس سے دخترانِ اسلام مستفید ہو سکیں۔ اسی دوران مولانا عبیداللہ سندھی ۲۵ سالہ جلاوطنی کے بعد واپس تشریف لائے۔انہیں اس سلسلہ میں خاص شغف تھا۔انہوں نے ہمت بڑھائی۔لہٰذا فروری ۱۹۴۱ء کو مدرسہ اسلامیہ محمودیہ کی شاخ کے طور پر خواتین کی درس گاہ مدرسہ بنات الاسلام کا اجراء ہوا جس کا افتتاح مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی سرپرستی میں کیا گیا۔

مدرسہ بنات الاسلام نے کم عرصہ میں بے پناہ ترقی حاصل کی۔ عوام وخواص نے اس کی خدمات کو سراہا۔تحسین وستائش کی نظر سے دیکھا۔مفکرِ اعظم مولانا عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

> ”میں انتہائی مسرور ہوں کہ جن مسلمانوں نے مدرسہ کو دیکھا اس کے انتظام اور تعلیم القرآن کی تعریف کی۔لہٰذا میں اس مدرسہ بنات الاسلام کو دارالعلوم دیوبند کے زنانہ سیکشن کے لیے اساس مان لیتا ہوں۔“

مولانا الحاج قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ۱۹۴۳ء میں مدرسہ کا معائنہ کیا اور فرمایا:

''لڑکیوں کے مدرسہ کے لیے جو شرائط اسلامی نقطہ نگاہ سے ہوسکتی ہیں وہ سب اس مدرسہ میں موجود ہیں۔ خدا کرے مسلمان ہر جگہ اس مدرسہ اور اس کے طریقہ تعلیم کی تقلید کریں۔ یہ سب حضرت مفتی محمد نعیمؒ اور ان کے خلف الرشید مفتی ضیاء الحسنؒ جن کی تعلیمی اور علمی جدوجہد نے یہ نیک مثال قائم کی ہے، انہیں اجر عظیم عطا فرمائیں۔''

روئیداد ۱۹۴۷ء

میرے والد مفتی محمد نعیمؒ اور برادر مفتی ضیاء الحسنؒ کی انتہائی کاوشوں جدوجہد کا اثر تھا کہ پاکستان قائم ہونے کے بعد مفتی ضیاء الحسنؒ کی سرپرستی میں مدرسہ بنات الاسلام جاری کیا گیا۔ جس کا یکم مئی ۱۹۴۸ء کو بیگم صاحبہ راجہ حسن اختر ڈپٹی کمشنر منٹگمری کی صدارت میں افتتاح کیا گیا۔ یہاں پر بھی مدرسہ نے بے حد ترقی کی۔ خواتین ساہیوال اچھی طرح واقف ہیں۔ دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا خصوصی طور پر انتظام تھا۔ جو لڑکیاں ترجمہ تفسیر قرآن کریم کی تعلیم سے مالا مال ہوئیں ان کے خاندانوں نے بے حد سراہا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشادات مدرسہ بنات الاسلام کے بارے میں

''میں نے مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کے تعلیمی کوائف اور حالات سنے تھے۔ بحمد اللہ اسلامی نقطہ نظر سے بچیوں کے لیے ایک کامیاب جامع الشروط

درس گاہ تھی۔ میں انتہائی مسرور ہوں کہ منتظمین نے بے سروسامانی کے باوجود اسی معیار پر منٹگمری پاکستان بتوکل علی اللہ وہی درس گاہ جاری کر دی ہے ۔پاکستان میں بچیوں کی صحیح تعلیم وتربیت کے لیے اس قسم کے معیاری اداروں کی اشد ضرورت ہے۔ میں اس کی کامیابی کے لیے دعا کرتا ہوں اور ارباب خیر سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ اس درس گاہ کی ضرورتوں کی تکمیل میں فراخ حوصلگی سے حصہ لیں اور اس کی سرپرستی فرماکر اجر دارین حاصل کریں۔"

یہ سب کام جاری تھا کہ اکتوبر ۱۹۷۲ء میں حکومت پاکستان نے تمام قومی سکولوں کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ لہٰذا اس وقت یہ آپ کا بنات الاسلام ہائی سکول جو عروج کی منزل پر جارہا تھا، اپنا ۲۵ سالہ عرصہ گزار چکا تھا، یہ بھی ساتھ ہی حکومت کی تحویل میں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھتے ہوئے اپنے مشن یعنی قرآن کریم کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ اگرچہ اسی دوران بے حد مشکلات پیش آئیں جن کا بیان کرنا مناسب نہیں۔ الحمدللہ سب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

اس کے بعد اب وہی قرآن کریم کی تعلیم جو یہاں ساہیوال میں ترجمہ وتفسیر کے ساتھ چالیس سال سے جاری تھی، آج جامعہ ضیاء القرآن کے نام سے ابھر رہا ہے۔ آج جامعہ کا افتتاح ہے۔ جس کے لیے ہم سب شریک ہو رہی ہیں۔ میں آپ سب کو ہدیہ تبریک پیش کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جس نے ہم سب کو یہ دینی دولت عطا کی ہے۔ میں آخر میں اپنی تمام عزیز خواتین کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنھوں نے اس کار خیر میں تعاون کیا نیز وہ خواتین بھی خصوصی شکریہ کی مستحق ہیں جن کی ہمدردیاں اور خصوصی توجہات مشکلات میں دستگیری فرماتی رہیں۔ میں ان سب کی بھی مشکور ہوں جن کی خدمات سے جامعہ کی عمارت پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ اللہ تعالیٰ کا ہی فضل احسان ہے جس نے آج ہم سب کو دینی

دولت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذہب، ملّت، مملکت کی خدمت میں مزید ہمت، اخلاص استقلال عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين

والحمد لله رب العالمين

کلثوم مفتی

صدر انجمن جامعہ ضیاء القرآن

رجسٹرڈ ساہیوال

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

ایک مسجد اور دینی ادارہ کے لیے

مخلصانہ اپیل

شکر نعمت کے ہیں یہ معنی اگر سمجھے کوئی
دے اگر خالق تو دے بندہ بھی اس کی راہ میں

پاکستان کے مرکزی تجارتی شہر لائل پور میں ایشیا کی واحد دینی اسلامی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کے نقش قدم پر شہداء اسلام اور مجاہدین ملک وملّت کی یادگار

اسلامی تعلیمی ادارہ رجسٹرڈ کا قیام

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

برادرانِ اسلام ! شہر لائل پور جناح کالونی میں جو کہ پاکستان کا مشہور تجارتی اور صنعتی مرکز ہے۔ ایک اسلامی تعلیمی ادارہ رجسٹرڈ قائم ہو رہا ہے۔ جس نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ پاکستان میں ایشیا کی واحد دینی اسلامی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کے نقش قدم پر صحیح حنفی مسلک اہل سنت والجماعت کے متعدّد ادارے قائم ہو چکے ہیں۔ جن میں علومِ اسلامیہ کی مکمل تعلیم و تدریس کا کام انجام دیا جا رہا ہے اور سینکڑوں تشنگان علوم دینیہ سے سیراب ہو رہے ہیں اور صحیح اسلامی عقائد اور اعمال و اخلاق کی نشر و اشاعت ہو رہی ہے۔ اور لاکھوں متلاشیانِ حق فیض یاب ہو رہے ہیں۔

لیکن پاکستان کے اس مرکزی شہر لائل پور میں بھی مدّت سے صحیح حنفی مسلک اہلسنت والجماعت کے ایک ایسے ہی ادارہ کی دارالعلوم دیوبند کے نقش قدم پر ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ جس میں تمام علومِ اسلامیہ خصوصاً دورہ حدیث و تفسیر کا کام نہایت احسن طریق پر انجام پانے اور صحیح اعتقاء عمل اور اخلاق کی اشاعت ہو۔ اس نے اس اہم خدمت کو انجام دینے کے لیے اس اسلامی تعلیمی ادارہ نے اپنے اسلامی جذبات اور احساسات کے پیش نظر ایک قطعہ اراضی متّصل ڈاکخانہ جدید جناح کالونی لائل پور میں حاصل کر کے خدا کے بھروسہ پر ایک دینی تعلیمی ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس میں ابتدائی تعلیم اور درجہ حفظ و قرأت

کے علاوہ تمام علوم اسلامیہ خصوصاً دورہ حدیث و تفسیر کا خاص انتظام ہو گا اور درجہ پرائمری تک دینی تعلیم لازمی ہوگی۔ اور روزانہ درس قرآن کریم کا انتظام ہو گا اور درجہ تبلیغ کا ایک مستقل شعبہ قائم ہو گا۔

بیرونی طلباء کے ہر قسم کے ضروری اخراجات کا ادارہ خود کفیل ہو گا۔ جو مذکورہ اور دیگر صدقات و خیرات پر قربانی اور صدقہ فطر وغیرہ سے انجام دیے جائیں گے۔ ملازمین کی تنخواہ دوامی امداد اور یکمشت چندوں سے ادا کی جائے گی۔

ادارہ کی فوری ضرورت!
مسجد اور درس گاہوں کی تعمیر

اس وقت ادارہ کی فوری ضرورت درس گاہوں کی تعمیر اور ادارہ کی ایک مسجد اور طلباء کے لیے رہائش گاہ کی تعمیر شامل ہے۔ جس کے لیے یہ ادارہ مخلص اور دین پسند مخیر احباب کی ہر قسم کی امداد اور اعانت کا مستحق ہے۔ جسے مخلص احباب بطور یادگار دائمی ثواب کی نیت سے اپنے یا اپنے کسی بزرگ کے نام پر اس طرح تعمیر کروا سکتے ہیں کہ ایک ایک صاحب وسعت ایک ایک درس گاہ تعمیر کروا دے جس کی لاگت تین ہزار روپے کے قریب ہے۔ اور اس عمارت پر اسی کے نام کا کتبہ لگا دیا جائے تاکہ بطور یادگار ہمیشہ قائم رہے۔

اسی طرح پوری مسجد یا اس کی کوئی دیوار یا اس کا کوئی گنبد یا اس کا فرش یا اس کے منارے ایک ایک صاحب وسعت تعمیر کروا دے اور ان پر اسی کا نام بطور یادگار لکھ دیا جائے۔ بہرحال تعلیم سے پہلے ان کی تعمیر ضروری ہے تاکہ تعلیم کا کام جلد شروع ہو سکے۔ چونکہ یہ کام خالصاً بوجہ اللہ انجام دیا جا رہا ہے۔ اس لیے اس کی امداد میں کسی قسم کی خوشامد

اور احسان جتلانے کی ضرورت نہیں جو خدا کی طرف سے دین و دنیا میں زیادتی اجر کا ذریعہ ہے۔

تمام صاحب وسعت باشندگانِ لائل پور سے عموماً اور مسلمانانِ جناح کالونی سے خصوصاً مخلصانہ درخواست ہے کہ وہ جلد از جلد اس دینی خدمت کو انجام دے کر دین و دنیا کی سعادت حاصل کریں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

جو اللہ کے لیے دنیا میں مسجد بنائے گا
اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنادیں گے۔

خدا کے راستہ میں خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت دونوں جگہ اپنی نعمتوں سے سرفراز فرماتے ہیں۔ مسلمانانِ لائل پور جو ہمیشہ اس قسم کے نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہتے ہیں ان سے کامل امید ہے کہ وہ اس نیک کام میں بھی خاص طور پر حصہ لے کر اپنی دینی شہرت اور خدا کے ہاں مقبولیت میں ضرور اضافہ فرمائیں گے۔

وما توفیقي الا باللّٰہ علیه توکلت والیه انیب

الداعي الی الخیر

بندہ مفتی محمد نعیم عفا اللہ لدھیانوی

امیر اسلامی تعلیمی ادارہ رجسٹرڈ

جناح کالونی لائل پور

نوٹ: رسید کے بغیر چندہ نہ دیا جائے۔

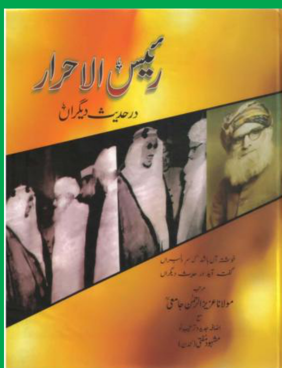
اسماءِ گرامی عہدیداران و ممبرانِ ادارہ

(۱) حاجی فضل دین صاحب	(صدر)
(۲) خان محمود احمد خاں صاحب	(نائب صدر)
(۳) چوہدری مشتاق احمد صاحب	(ناظم اعلیٰ)
(۴) چوہدری محمد حسین صاحب	(نائب ناظم اعلیٰ)
(۵) مفتی ضیاء الحسن صاحب	(ناظم تعلیمات)
(۶) ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب	(خازن)
(۷) صوفی محمد عثمان صاحب	(ناظم تعمیرات)
(۸) چوہدری عبدالرحیم صاحب	(محاسب)
(۹) حاجی قائم دین صاحب	(ممبر)
(۱۰) حاجی مہر دین صاحب	(ممبر)
(۱۱) چوہدری محمد ابراہیم صاحب	(ممبر)
(۱۲) محمد نذیر بٹ صاحب	(ممبر)
(۱۳) عبدالوارث صاحب	(ممبر)

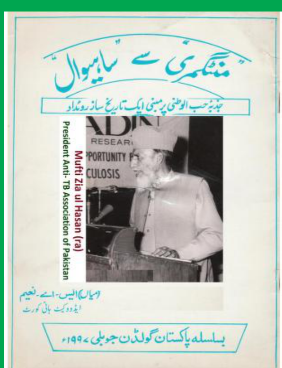
علماء لدھیانہ کی مزید کتب

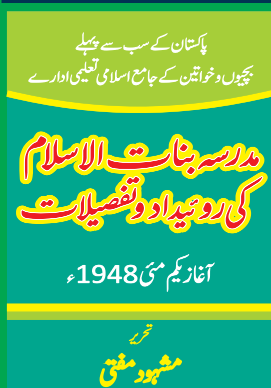






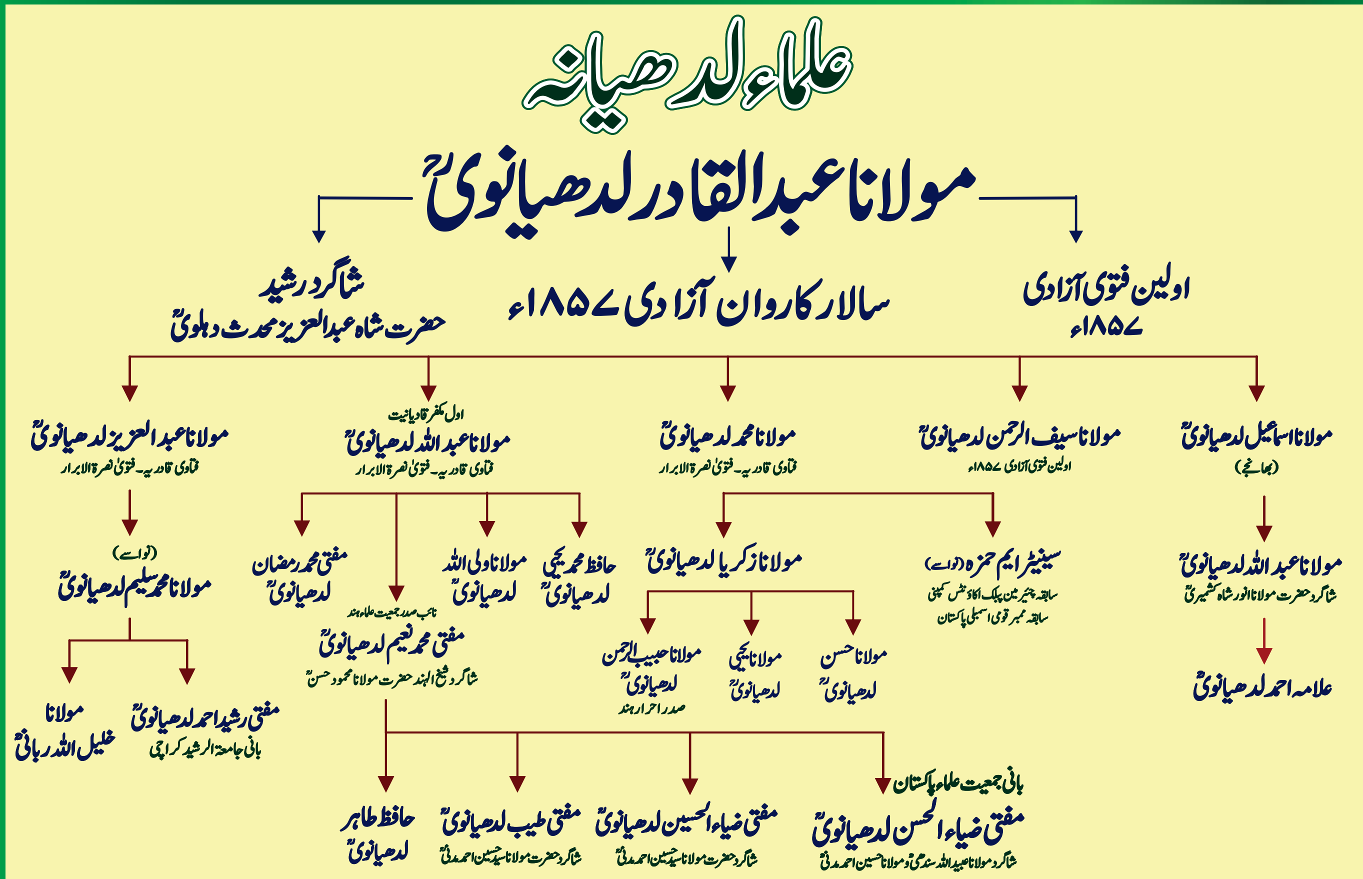






تمام کتب اس لنک پر دستیاب ہیں

https://archive.org/details/ulemaeludhiana


علماء لدھیانہ
مولانا عبد القادر لدھیانویؒ
اولین فتویٰ آزادی
۱۸۵۷ء
سالار کاروان آزادی ۱۸۵۷ء
شاگرد رشید
حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ
مولانا اسماعیل لدھیانویؒ
(بھانجے)
مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ
شاگرد حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ
علامہ احمد لدھیانویؒ
مولانا سیف الرحمن لدھیانویؒ
اولین فتویٰ آزادی ۱۸۵۷ء
سینیٹر ایم حمزہ (نواسے)
سابقہ چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی
سابقہ ممبر قومی اسمبلی پاکستان
مولانا محمد لدھیانویؒ
فتاوی قادریہ۔ فتویٰ نصرۃ الابرار
مولانا زکریا لدھیانویؒ
مولانا حسن
لدھیانویؒ
مولانا یحییٰ
لدھیانویؒ
مولانا حبیب الرحمن
لدھیانویؒ
صدر احرار ہند
اول مکفر قادیانیت
مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ
فتاوی قادریہ۔ فتویٰ نصرۃ الابرار
حافظ محمد یحییٰ
لدھیانویؒ
مولانا ولی اللہ
لدھیانویؒ
مفتی محمد رمضان
لدھیانویؒ
نائب صدر جمعیت علماء ہند
مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
شاگرد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ
بانی جمعیت علماء پاکستان
مفتی ضیاء الحسن لدھیانویؒ
شاگرد مولانا عبید اللہ سندھی و مولانا حسین احمد مدنیؒ
مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ
شاگرد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
مفتی طیب لدھیانویؒ
شاگرد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
حافظ طاہر
لدھیانویؒ
مولانا عبد العزیز لدھیانویؒ
فتاوی قادریہ۔ فتویٰ نصرۃ الابرار
(نواسے)
مولانا محمد سلیم لدھیانویؒ
مفتی رشید احمد لدھیانویؒ
بانی جامعۃ الرشید کراچی
مولانا
خلیل اللہ ربانیؒ

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مسلمانوں میں اسلام کا درد اور مذہبی
حیات نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اسلام
آباءواجداد سے میراث میں ملا ہے۔ اور جس
طرح مال متروکہ کی قدر اولاد کو نہیں ہوا کرتی
اسی طرح ان مسلمانوں کو اس اسلامی ترکہ
کی قدر نہیں۔ اسلام کی قدر حضرت بلال،
صدیق اکبر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے پوچھو
جنہوں نے دنیا کی سخت سے سخت مصیبتوں
کو برداشت کر کے اسلام حاصل کیا ہے۔"

